لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۵) — نمبر (۳)

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۰ء — **فہرست مضامین** — مطابق ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

باہتمام حافظ عبد الرحیم مورخہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

بقیہ رسیدات زر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۰ء

میاں منصب علیشاہ صاحب نمبر ۶۷۰ عا ۱۵۵۔ میاں پیر محمد صاحب عا ۱۰۷۔ میاں محمد عبداللہ صاحب عا

۶۰۴۔ میاں اکبر خانصاحب عا ۳۰۳ میاں فضل الدین صاحب عا ۳۷۵۔ منشی عبدالرحمن صاحب عا

۵۹۰۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب عا ۴۹۹ میاں ابراہیم صاحب عا ۶۹۹۔ منشی غلام رسول صاحب عا

۶۳۴۔ عبدالکریم خانصاحب عا ۶۳۶۔ منشی عبدالعزیز صاحب عا ۳۸۶۔ میاں صاحب دین صاحب عه

۶۳۵ حاجی رحمت اللہ صاحب عا ۳۴۳۔ ڈاکٹر محمد الدین صاحب عا میاں عبدالرحمن امرتسری چندہ ممبری سے

۶۲۷۔ مولوی الٰہی بخش صاحب عا ۶۸۔ بابو احمد الدین صاحب عا ۶۸۵ میاں رحمت اللہ صاحب عا

۶۸۹۔ مولوی محمد قمر الدین صاحب عا ۳۸۰۔ منشی ہاشم علی صاحب عا ۳۷۰۔ منشی عبدالغنی صاحب عا

۴۹۵ مولوی سردار شیر بہادر صاحب عا ۱۲۰۔ میاں اللہ دتا صاحب عا ۱۹۰۔ جلیل احمد خانصاحب عا

۳۷۴۔ بابو فخر الدین صاحب عا ۱۹۲۔ میاں محمد عبداللہ صاحب عا ۶۹۵۔ میاں مہر الدین صاحب عا

۶۵۱۔ منشی محمد یعقوب صاحب عا ۳۰۳۔ ملک عباس خانصاحب عا ۶۲۱۔ بابو نذیر الدین صاحب عا

۶۰۴۔ منشی اکبر علیصاحب عا ۶۰۰۔ چوہدری مرزا خانصاحب عا ۸۸۲۔ حکیم محکم الدین رائے پور عا

۵۷۸۔ میاں عبدالعزیز صاحب عا ۶۳۸۔ بابو اشفاق حسین صاحب عا ۵۱۰۔ میاں حشمت اللہ صاحب عا

۶۰۲۔ قاری صدر الدین صاحب عا ۶۲۲۔ میاں احمد دین صاحب عا ۱۸۲۔ سید تفضل حسین صاحب عا

۵۲۰۔ علاء الدین صاحب عا ۲۷۶۔ منشی عطاء الٰہی صاحب عا ۴۹۔ سید احمد حسین صاحب عا

۳۱۰۔ میاں بوٹے شاہ صاحب عہ ۱۸۳۔ میاں محمد امیر صاحب عا ۵۰۹۔ مولوی غلام محمد صاحب عا

۴۹۳۔ اخوند محمد رمضان صاحب عه ۶۶۶ میاں احمد الدین صاحب عا ۸۸۵۔ میاں علی احمد خان صاحب عا

۶۲۹۔ منشی مظفر الدین صاحب عا ۵۲۵ سید محمد رضوی صاحب عا ۸۲۳۔ شاہ سرن صاحب عه

۱۰۳۔ منشی ذوالفقار علیخاں صاحب عا ۲۰۷ سکرٹری انجمن احمدیہ مردان عا ۵۰۴۔ منشی عبدالحکیم صاحب عا

۶۴۳۔ قاضی عبدالحق صاحب عا ۸۰۴ مولوی امیر احمد صاحب عا ۱۸۷۔ منشی یار محمد صاحب عا

۵۲۳۔ منشی غلام اکبر صاحب عا ۱۸۷۔ میاں محمد عبداللہ صاحب عا ۱۲۱۔ بابو نور محمد صاحب عا

دیکھو (ج) صفحہ ٹائیٹل پیج۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹس

پٹیالہ سڈیشن کیس کا فیصلہ پٹیالہ سڈیشن کیس جس میں کئی درجن آریہ سماجی الزام سڈیشن میں ماخوذ تھے۔ آخر کار ختم کیا گیا ہے۔ اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے خاص حکم سے کل ملزموں کو معاف کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ مہاراجہ صاحب ایسے لوگوں کا اپنی ریاست میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ان کے کل ملازم ملازمت سے موقوف کئے گئے ہیں۔ اور سب کو ریاست سے باہر نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا کرے۔ کہ یہ حکم ملزموں کے خیالات کے تبدیل کرنیکے لئے کافی ثابت ہو۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ انہیں سے حقیقی ملزم کون کون تھے۔

ایک اور وار دات اب کے بھی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ واردات سڈیشن اور بغاوت کچھ کم نہیں ہوئیں۔ مجھے تو ان لوگوں کے حالات کو دیکھکر حیرت ہی ہوتی ہے۔ جو کام یہ لوگ اس چند روزہ زندگی کے لئے کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی اخلاق کے برخلاف جس کام میں سے احسان فراموشی اور فساد کی بو آتی ہے۔ اور جو کام ... فطرت انسانی کے برخلاف ہے۔ اگر اسکی بجائے ایسے لوگ خدا تعالےٰ کا رضا تلاش کرتے اور اُس کے حضور میں عزت حاصل کرتے۔ اور اس کے دربار میں بار یابی کی کوشش کرتے۔ اور اسی دنیا کی بادشاہت کی بجائے آسمان کی بادشاہت کی طرف توجہ لگاتے تو نہ معلوم کن کن احسانات و انعامات الٰہیہ کے مورد بنتے مگر افسوس کہ جن کے دل میں حشر و نشر پر ہی ایمان نہیں۔ وہ اگر اس دنیا کو سب

کچھ سمجھیں ۔اور ان کا کل زور جائز و ناجائز اس کے حصول پر خرچ ہو تو کیا تعجب ۔
اے کاش انکو معلوم ہوتا ۔ کہ حقیقی بادشاہت آسمانی بادشاہت ہے ۔ اور سچی راحت
روحانی راحت ہے اور اصل معشوق اس پاک ذات کی ہستی ہے ۔ جو کل موجودات کا
خالق اور رازق ہے ۔ کیا انکو یہ نظر نہیں آتا کہ دنیا میں اسوقت تین ہی رنگ کی
بادشاہتیں ہیں جو یا تو آنحضرت کو یا مسیح کو اور یا بدھ کو مانتی ہیں یہ لوگ کون تھے ۔ کیا
انکی عزتیں سٹڈیشن کی وجہ سے ہیں ۔ کیا ان کی حکومت دنیا پر بسبب کیسٹر کی وجہ سے
ہے ۔ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے لئے دنیا کو چھوڑ دیا ۔ سو
خدا نے کل دنیا کے بادشاہوں کو اُنکے ماتحت کر دیا ۔ تمام بادشاہ مرتے ہیں ۔ اور
ان کی جگہ کوئی اور تخت نشین ہوتا ہے ۔ مگر کوئی بادشاہ بھی بیٹھے اسکو ان میں سے
کسی کے آگے ضرور گردن جھکانی پڑتی ہے ۔ پس مبارک وہ جو دنیا کی آلائشوں سے
پاک ہو کر خدا کے حضور گرتا ہے ۔ اور اس کے آخری اور کامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں اپنی جان کو پیش کرتا ہے ۔ اُسپر موت کبھی نہ آئیگی ۔ اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی
اُس کا حق ہوگی ۔

تازہ واردات جس کا اشارہ شروع میں کیا ہے ۔ وہ ہوگلی میں ایک اسیسر
مسٹر ہال پر پستول کا وار ہے ۔ ملزم بائیسکل پر سوار تھا ۔ کہ بازار میں گزرتے ہوئے
مسٹر ہال پر پستول کا وار کیا ۔ مگر بحمداللہ خالی گیا مگر ملزم فرار ہو گیا ۔ پکڑا نہیں گیا ۔ علاوہ
ازیں بنگالہ میں ریلوے پر پتھر پھینکنے کی شرارت از سر نو عود کر آئی ہے ۔ نہ معلوم
یہ لوگ انسانیت سے باہر کیوں نکلے جاتے ہیں ۔

عیسائیت اور امن حضور شاہ قیصر نے آرچ ڈیوک آف کنٹربری سے
ایک ملاقات کے موقعہ پر فرمایا کہ دنیا میں امن کے پھیلانے میں عیسائیت نے
بڑا کام کیا ہے ۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں ۔ کہ حضور شاہ قیصر کی مراد اس سے عیسائی

سلطنتیں ہونگی۔کیوں کہ اسمیں شک نہیں کہ جہاں جہاں عیسائی سلطنتیں ہیں وہاں عموماً امن عامہ میں بہت ترقی ہوئی ہے۔خاصکر برٹش گورنمنٹ تو امن کے پھیلانے میں آسمانی برکت ثابت ہوئی ہے۔مگر مسیحی پادریوں نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر کبھی رکھی نہیں۔ہاں گورنمنٹ کے زبردست ہاتھ سے ڈرتے رہتے ہیں۔تو یہ اور بات ہے۔لیکن مذہبی رنگ میں اگر کسی کو فخر ہے۔تو وہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جنہوں نے تیرہ سو برس پہلے مسیح کے زمانہ میں یضع الحرب کی خبر دے چھوڑی تھی۔

نجات اس رسالہ میں دوسری جگہ پر ناظرین نجات کا مضمون ملاحظہ فرماویں گے چونکہ یہ مضمون سلسلہ وار ہوگا۔اور نہ معلوم کہ چار یا پانچ یا زیادہ رسالوں تک اس کا سلسلہ جاری رہے۔اس لئے اس کے شائع کرنے میں دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرنی پڑیگی یعنے یا تو اس رنگ میں شائع ہو۔کہ آخر میں ایک کتاب بن جائے یا الگ حصوں میں اگر کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔تو یہ نقص ضرور ہوگا۔کہ مضمون کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔کہ کسی مناسب جگہ پر ختم ہوتا ہے۔یا نہیں۔بلکہ صفحوں کا لحاظ کیا جائیگا۔اگر کتاب کی صورت میں شائع نہ ہو۔تو مضمون کا لحاظ رکھا جاویگا۔کہ ایسے حصوں میں شائع ہو کہ پڑھنے والے کا مزا نہ جاتا رہے۔مگر اس صورت میں آخر کتاب نہ بن سکیگی۔امید ہے۔کہ ناظرین بہت جلد اپنی اپنی رائے سے مطلع فرماویں گے۔تاکہ آئندہ پرچہ کثرت رائے کے مطابق شائع ہو۔مگر اطلاع جلد آنی چاہیئے۔

یادِ حبیب

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند مختلف شعر جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے۔ درج کیئے جاتے ہیں

رائے واعظ اگرچہ رائے من است		لیک عشق تو بندپائے من است
آہ صد آہ رفت عمر بباد		نقش بدکیش ما نشد منقاد
ہیچ دشمن بدشمنی نکند		آنچہ کردیم ما بخود بیداد
کافران مردگانِ دل باشند		برنیاید زمردگاں فریاد
دل نہادن بعشرت دنیا		بازدارد زکارہائے معاد
شخص دنیاپرست در دنیا		چند روزے بسر کند دلشاد
فضل حق باید و ریاضت سخت		تابرآید زکذب و شر و فساد
ہرکہ از شیرِ نفسِ خویش برست		گنہش طاعت است وجودش داد
من نہ واعظ کہ عاشقِ زارم	دیگر	آید از طورِ واعظاں عارم
نزد بیگانگاں جنوں زدہ ام		نزد معشوق نیک ہشیارم
نہ در فراق قرار آیدم نہ وقتِ وصال	دیگر	بحیرتم کہ من از عشق او چہ میجویم
کاش تا دوست راہ یافتمے	دیگر	فرصتِ یک نگاہ یافتمے

رفتی و درد عشق بجانم گذاشتی
ہیچم خبر نشد بدل اندر چہ داشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید قرآنی و کتب اسلامی
نیز
وحدت وجودی اور دیانند سوامی

{سلسلہ کے لئے گذشتہ رسالہ ملاحظہ ہو}

قرآن شریف نے ایک ایسے وجود کا ذکر کیا ہے۔ جو اپنی ذاتی وجاہت کے لحاظ سے اپنی قوم کا لیڈر تھا اور بہ سبب اپنی خوبیوں کے ادنےٰ حالت سے ترقی کر کے اعلےٰ سوسائٹیوں میں میل جول رکھنے کے قابل ہو گیا تھا۔ جس سے امیرانہ وقار اور مغرورانہ واستکبار اس میں پیدا ہو گیا تھا۔ باوجود حکم الٰہی کے ایک عظیم الشان انسان کے ماتحت ہونا باعث ننگ و عار سمجھتا تھا۔ خدا کو ایک مانتا اور نیز اپنے آپکو اس کی مخلوق میں سے ایک نامی فرد خیال کرتا تھا۔ لیکن اسکو قرآن شریف میں باوجود اس کے کہ وہ اس وحدانیت کا قائل تھا۔ جو اس کے اپنے دماغ کا نتیجہ تھی۔ شیطان کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور ایک مردود اور ملعون وجود مانا گیا ہے۔ اور یہ نتیجہ تھا۔ اس فعل کا جو اس نے اس توحید کو حاصل کرنے سے انکار کیا۔ جو انبیا کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ میں یہ دیکھ دیکھ کر حیران ہوا کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی نے بھی ایسی ایسی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جن کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ کہ انبیاء کی نافرمانی اور اس سے بڑھ کر بے عزتی کرنے میں اپنے زمانہ میں ایک خاص فرد تھے چنانچہ پرمیشر کے متعلق وہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ ایشور پر ماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری

دنیا کا مالک ہوں۔ میں ہی ظہور عالم کا قدیمی باعث ہوں"

اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ مندرجہ بالا فقرہ میں سوامی جی نے ایشور کا روح مادہ غرض سب سے پہلے موجود ہونا مانا ہے۔ اور سب چیزوں کے ظہور کا ایشور کو ہی قدیمی باعث بیان کیا ہے۔ اور نیز لکھا ہے۔ کہ پرمیشر کا آنکھ کا آلہ نہیں۔ لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں۔ پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہے۔ صفحہ ۵۴۲۔ سرب شکیتماں۔ اپنی قدرت ہی سے سب دنیا کی پیدائش قیام اور فنا کرنے والا مدد کسی کی نہیں لیتا۔ صفحہ ۳۶۴۔ بیوقوف ذرا بھی اپنی عقل کو وسیع کر کے نہیں سوچتے ہیں۔ کہ سب وشنو۔ رودر۔ شیو وغیرہ نام ایک لاشریک منتظم کل۔ ہمہ دان پرمیشر کے کئی اوصاف افعال عادات والا ہونے کے باعث اسی کے مفہوم ہیں۔ بھلا کیا ایسے لوگوں پر پرمیشر کا غضب نہ ہوتا ہوگا۔ صفحہ ۴۰۵۔

مجھے مندرجہ بالا فقرات پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ سوامی جی ایک شریف الطبع مسلمان کیطرح صاف صاف اسلامی عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ لیکن آپ صاحبان شاید یہ سن کر تعجب کریں گے۔ کہ سوامی جی کی فلسفیانہ طبیعت کو جب جوش آتا ہے۔ تو پھر آگا پیچھا بھلا بے تحاشا کچھ کا کچھ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۶۸۱ پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ آفرینش کے پہلے سوائے خدا کے کوئی بھی دوسری چیز نہ تھی۔ تو یہ دنیا کہاں سے ہوئی۔ علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو اتنا بڑا جہان علت کے بغیر کہاں سے آگیا۔ اگر کہو کہ خدا کی مرضی سے تو کیا تمہاری مرضی سے مکھی کی ایک ٹانگ بھی بن سکتی ہے۔ جو کہتے ہو۔ کہ خدا کی مرضی سے یہ سارا جہان بن گیا۔ (نعوذ باللہ من ہذا الہفوات کیا خدا اور انسان برابر درجہ رکھتے ہیں۔) اور نیز صفحہ ۲۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ جیو اور ایشور دونوں بالذات چیتن ہیں۔ طبعیت دونوں کی پاک غیر فانی اور دھارمک وغیرہ ہے۔ پھر صفحہ ۲۷۵ پر لکھا ہے۔ کہ پرکرتی۔ جیو اور پرمیشر تینوں غیر

مولود ہیں۔ یعنی ان کی کبھی پیدائش نہیں ہوئی۔ اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ تینوں اس عالم کے مسبب ہیں۔ ان کی کوئی علت نہیں۔

ناظرین رسالہ آپ آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ ایک جگہ سوامی جی نے اگر خدا کو لاشریک مانا ہے۔ تو دوسری جگہ جیو کو ایک پہلو سے خدا کا شریک بھی مان لیا ہے۔ اور ایسے ہی پرکرتی کو بھی۔ اگر ایک جگہ بغیر مادی کانوں اور ہوا کے پرمیشر کا سُننا مانتے ہیں۔ اور بغیر مادی آنکھوں اور روشنی کے دیکھنا تسلیم کرتے ہیں۔ تو دوسری جگہ اسکو بغیر مادہ کے بنانے سے عاجز تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ایک جگہ سرب سکیتمان پرمیشر کی طاقت ایسی تسلیم کی ہے۔ کہ اسے کسی کی مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ تو دوسری جگہ اسے روح اور مادہ کی مدد کا محتاج مانا گیا ہے۔ اگر ایک جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو دوسری جگہ تین معلول ایسے مانے ہیں۔ جن کی کوئی علت نہیں ایک جگہ پرمیشر کے سوائے پرکرتی اور روح دو ایسی چیزیں مانی گئی ہیں جن کی کوئی علت نہیں مانی گئی۔ غرض کہاں تک سوامی جی کی بلند پردازیاں اور اختلاف بیانیاں آپ لوگوں کے سامنے بیان کروں۔ اگر خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے توفیق دی تو انشاء اللہ پھر کسی وقت مفصل مضمون آریہ مت کے متعلق تحریر کروں گا۔ فی الحال اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کرتے ہوئے الزامی جواب کو بند کر کے تحقیقی جواب عرض کرتا ہوں۔ کہ ایسا انسان جو شرک اور توحید میں تمیز ہی نہیں کر سکتا۔ اور سب سے زیادہ اہم اصولوں میں متضاد باتیں لکھنے سے نہیں جھجکتا وہ اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو بت پرستی کہلائے تو کونسی بڑی بات ہے۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے۔ الٰہکم اللہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ یعنی تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔ اور کوئی معبود نہیں۔ یعنی اللہ جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ پھر لکھا ہے۔ فلا تدعوا مع اللہ احداً۔ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔ اب ہر ایک سمجھ سکتا

ہے۔ کہ اہل سلام کو صرف اللہ تعالےٰ کی ہی عبادت اور پرستش کا حکم ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ یعنی اس سے زیادہ کون گمراہ ہے۔ جو اللہ کے سوائے دوسروں کی عبادت اور پرستش کرتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نماز ایک عبادت یا یوں کہو کہ ایک خاص دعا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے طریقہ پہ اور انہیں کی اتباع اور اطاعت کا خیال کر کے خدا کے حضور کی جاتی ہے۔ ساری نماز خدا کی تحمید تقدیس اور دعا ہی دعا ہوتی ہے۔ کچھ دعائیں اپنے لئے کچھ دعائیں .. .. دیگر صالحین کیلئے اور کچھ انبیاء کے لئے اور نیز خاص طور پر افضل الرسل اور خاتم النبیین کے لئے جس کے ذریعہ سے ہم نے یہ نعمت حاصل کی یہ دعائیں خدا کے حضور کی جاتی ہیں۔ نماز اللہ کے نام سے ہی یعنی اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ اور اللہ کے نام یعنی رحمت اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور کعبہ کا ذکر تک بھی نہیں ہوتا۔ ایک ذرہ اشارہ بھی نماز میں اس قسم کا نہیں پایا جاتا۔ جس سے ثابت ہو۔ کہ اہل اسلام نماز میں کعبہ کی تعریف کرتے یا کعبہ سے دعائیں مانگتے یا کعبہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان متقید فی الجہت ہے۔ جہت سے الگ رہ کر انسان عبادت کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں روح مقید فی الجہت نہیں۔ اور اس کا مادیات سے کام کیا وہ تو صرف آستانہ الوہیت پر گرنا جانتی ہے۔ بشرطیکہ شیطان روک ڈالنے میں کامیاب نہ ہو۔ انسان جو بظاہر ایک مٹی کا پتلا نظر آرہا ہے۔ یہ اس عالم میں جہت کے بغیر کبھی نہیں رہ سکتا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غرض ہر گھڑی انسان اپنے منہ کو ایک نہ ایک طرف ضرور رکھتا ہے۔ اور اس کے بغیر گذارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو جب یہ حال ہے تو کیا تمام دنیا کے انسان بت پرست ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے روتے ہنستے۔ مانگتے ہوئے دیتے ہوئے غرض ہر وقت اور ہر لحظہ

ایک نہ ایک طرف منہہ رکھتے ہیں؟ سوچنا چاہیئے۔ کہ خدا کی حمید اور تقدیس کرتے ہوئے ہر ایک انسان کا منہ مخلوق الٰہی میں سے کسی ایک نہ ایک چیز کی طرف ہمیشہ رہتا ہے تو کیا یہ بُت پرستی ہے؟ یا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ عابد انسان بُت پرست ہے۔ کیونکہ خدا کی یاد کرتے اور خدا کو پکارتے وقت اس کا منہ کسی ایسی چیز کیطرف بھی ہے۔ جو از قسم جمادات وغیرہ ہے؟ ہر ایک منصف یہی جواب دیگا۔ کہ ہرگز نہیں ایسے ہی ایک نماز پڑھنے والا انسان جب خدا کے آگے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوتا ہے جھکتا یا سجدہ کرتا ہے۔ تو ہزاروں دیواریں اور مکانات پہاڑ اور نباتات غرض ہزارہا اشیاء اس کے آگے ہوتی ہیں۔ تو کیا وہ ان کو پوجتا اور اُن پرستش کرتا ہے؟ ہر ایک شریف انسان کہیگا۔ کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انسان مقید فی الجہت ہونے کے سبب سے ایک نہ ایک طرف ضرور منہہ رکھیگا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ نماز پڑھتے وقت ایک خاص طرف منہہ کر لینا یہ بت پرستی نہیں۔ بلکہ یہ انسانی فطرت کا سچا تقاضہ ہے۔ اور اس کے بغیر ایک سیکنڈ بھی انسان دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ اسی اصول کی بنا پر خالق فطرت نے بنی نوع انسانوں میں اتفاق اور یک جہتی کو پیدا کرنیکے لئے اپنی طرف سے اگر ایک جہت اور سمت کو مقرر کر دیا ہے۔ تو اس میں اعتراض کون سا ہے۔ یہ حکم نہیں دیا کہ اس مکان کی پرستش کرو۔ یہ نہیں کہا کہ وہ مکان تمہارے نفع و ضرر کا مالک ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس مکان کیطرف صرف منہہ کر لینا کوئی اعلےٰ درجہ کی نیکی ہے۔ کہا تو یہ کہا کہ اپنے اپنے قبلوں نفسہ ودل خواہشوں راؤں ونیز مختلف جہتوں کو چھوڑ کر آپس میں محبت اور اخلاص کو بڑھانے کے لئے نماز کے وقت صرف ایک جہت کی طرف منہ کر لیا کرو۔ کیونکہ اس سے اتفاق پیدا ہوگا۔ اور نفاق کا ستیاناس ہوگا۔ اگر خدا تعالےٰ خود کوئی خاص قبلہ انسانوں کے لئے مقرر نہ کرتا۔ تو یہ ضروری تہا کہ آپس میں یک جہتی کو قائم رکھنے کے لئے انسان خود کوئی تجویز نکالتے۔ جیسے کہ ان سب

لوگوں کی روش سے ظاہر ہے۔ جو اسلام کے مخالف ہیں۔ بڑے بڑے مجمعوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس طور سے فرش بچھائے جاتے اور بنچ کرسیاں جاگزین کی جاتی ہیں۔ تاکہ یک جہتی میں فرق نہ آوے اور سب کے سب ایک ہو کر لیکچرار کی آواز کو سن سکیں۔ عام ہندو لوگ اکثر اوقات ایک قسم کی عبادت کیا کرتے ہیں جس میں ڈھولکی اور چھینے بڑے نوق اور تپاک سے بجاتے ہیں۔ گو یہ معمولی سی بات ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یک جہتی اور اتفاق کو قائم رکھنے کے لیئے وہ بھی ایک دائرہ باندھ لیتے ہیں۔ غرض اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو مختلف محکموں میں وقتوں کی پابندی فوجوں میں لباسوں کی یک رنگی ایسے ہی اصولوں کا قائم کرنا قواعد کا بنانا یہ سب کے سب انسانی افعال اس بات پر گواہی دیتے ہیں۔ کہ انسان کو اتفاق اور یک جہتی کو قائم کرنیکی سخت ضرورت ہے۔ اور اسی غرض کیلئے انسان آئے دن اپنے اصولوں میں کتر بیونت اور گھڑنت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ وہ عالم الغیب اور رحیم کریم ہستی ہے۔ کہ اس نے انسانوں کو پیدا کرکے اور انکی طبیعت میں مختلف خواہشوں کو ودیعت کرکے یہ نہیں کہا کہ تم خود اب ان خواہشوں کو پورا کرنیکے لئے اشیاء حاصل کرلو بلکہ وہ سب اشیا بھی خود مہیا کر دی ہیں۔ غور کرو کہ انسان کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ سو آنکھیں بنائیں روشنی بنائی۔ پینے کی خواہش تھی دودھ پیدا کیا پانی برسایا غرض جس قدر انسان کے اندر خدا نے اپنی طرف سے طاقتیں اور خواہشیں ڈال رکھی ہیں۔ ان طاقتوں کی ترقی کے اسباب اور خواہشوں کے پورا کرنیکا سامان بھی ساتھ ہی پیدا کیا ہے۔ اور ساتھ ہی انسان کو نیکی بدی کی تمیز کرنے کا آلہ اور عقل جیسی بے بہا نعمت دیکر ایسے احکام بھی جاری کر دیئے جن کا بجالانا انسان کی استطاعت اور مقدرت کے اندر ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے۔ کہ انسان ان سامانوں کا استعمال بُری طرح سے شروع کردے لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ سب سامان بھی خود خدا تعالےٰ نے ہی

انسان کے لئے پیدا کئے ہیں۔ مثلاً انسان جب بلوغت کو پہنچکر باہوش و عقل ہو جاتا ہے
تو اس دن سے صاف سمجھ آجاتا ہے۔ کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے وہ یقیناً اس صفحہ ہستی پر
موجود نہ تھا۔ اور کچھ مدّت بعد یقیناً یہاں سے اُسے کوچ کرنا پڑے گا۔ لاکھ تجویزیں کی
جائیں مگر ایک پیش نہیں جائیگی۔ لیجانے والے لے جائینگے۔ ایسے ہی جب وہ اپنی
بناوٹ یعنی سُننا بولنا طرح طرح کی حرکات یکسنات ظاہر کرنا دُکھ سکھ محسوس کرنا رونا
ہنسنا کسی سے عداوت کسی سے محبت ان امور میں غور کرتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے دل میں اپنے سے برتر ہستی کی تلاش کے لئے ایک خواہش موجود ہے۔ ہاں
اگر ایک انسان دنیوی افکار اور شہوانی کاروبار نفسانی جذبات اور بُرے خیالات کے
سبب سے اس خواہش کو محسوس کرنیوالی حس سے ہی ہاتھ دھو چکا ہو تو یہ اور بات ہے
مگر ہر ایک انسان کے اندر اپنے سے برتر و اعلیٰ ہستی کی تلاش کی ایک خواہش ضرور موجود
ہے۔ جب تک ایک انسان انسان رہے گا۔ خواہ اس جہاں میں یا اس جہاں میں جو
اس کے بعد آنیوالا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ اس فطرتی خواہش سے محروم ہو سکے۔
یا محروم کر جاوے۔ کیونکہ یہ انسانی طبیعت کا ایک جزو اعلےٰ ہے۔ لیکن اب دیکھنا یہ
ہے۔ کہ اس خواہش کے پُورا ہونے کا بھی کوئی انتظام موجود ہے یا نہیں۔ سو ہم دیکھتے
ہیں۔ کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے انسان کی آنکھوں میں دیکھنے کی ایک طاقت رکھکر اور
روشنی کا نہیں محتاج بناکر پھر خود ہی سورج چاند وغیرہ بھی پیدا کر رکھے ہیں۔ اسی طرح
جہاں اس نے انسان کے دل میں اپنے ملاپ کی خواہش پیدا کی ہے۔ وہاں دوسری
طرف خود ایسے سامان بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ جن سے انسان اپنی اس خواہش کو پورا
کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور انسان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہزار ہا رسل و انبیاء
اور راست بازوں کا گروہ دُنیا میں مبعوث کیا ہے۔ ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مرد کے
دل میں عورت کے لئے ایک خواہش قدرتی طور پر موجود ہے۔ اگر کوئی انسان

بدعملیوں کی وجہ سے اپنے آپکو برباد نہیں کرچکا یا قدرتی طور پر نکمّا ہونے کے باعث مجرد رہنے کے لائق ہے۔ یا بہ سبب خاص وجوہات کے (مثلاً حیوانی خواہشات کو کسی اور ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہو) عورتوں سے نفرت ظاہر کرتا ہو۔ تو یہ اور بات ہے۔ مگر ایک تندرست نیکوکار انسان کے دل میں عورت کے ملاپ کے لئے ایک زبردست خواہش موجود ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے ان مرد عورتوں کو جن کا آپس میں نکاح جائز ہے۔ سوائے نکاح کے آپس میں کھلے میل جول سے منع کیا ہے (پردہ کا حکم دیا ہے) اور ایسے ہی عورت کے دل میں مرد کے لئے بھی۔ تو اب اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے خداتعالےٰ نے مرد عورت کو جوڑا بنایا ہے۔ کسی ایک کو تنہا پیدا نہیں کیا۔ غرض یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ خداتعالےٰ نے انسان کے دل میں جہاں ایک طرف خواہشات لگادی ہیں۔ وہاں دوسری طرف دنیا میں ان خواہشات کے پورا ہونے کا سامان بھی موجود کر دیا ہے۔ اور پھر ان خواہشات کے استعال کے لئے اسی ذات پاک نے جس نے انسان کو پیدا کر کے وہ خواہشات ڈالیں اپنی طرف سے اصول بھی بتا دیئے ہیں۔ انہیں خواہشات میں سے ایک فطرتی خواہش انسان کی یہ بھی ہے۔ کہ وہ آپس میں میل ملاپ اور اتفاق سے رہنے کی خواہش رکھتا ہے۔ پس خداتعالےٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے کی خاطر انسانوں کے لئے ایک ہی دین اور ایک ہی قبلہ مقرر کر دیا۔ اور خدا پرستش کے لئے اُن سب سمتوں اور جہتوں سے جو انسان خود اپنے لئے تجویز کر لیتا ہے۔ منع کر کے ایک ہی جہت کو مقرر کر دیا۔ اور اسکے مقرر کرنے میں عظیم الشان خوبیاں نظر آتی ہیں۔ انسان کا اصل مقصود تو اللہ تعالےٰ کی عبادت اور پرستش کرنا ہے۔ نہ کہ کسی مکان کی طرف منہہ کر چھوڑنا۔ تحویل قبلہ سے جہاں اور باتیں بھی مقصود تھیں (مثلاً جماعت کو قائم کر کے ان میں یک جہتی کا قائم کرنا) ان میں سے اول مقصود یہی تہا۔ کہ بُت پرستی سے روکنے کے لئے ایک زبردست سدراہ قائم کیجائے

پھر مکہ مقام ابراہیم اور امن کی جگہ ہونیکے سبب سے توحید پھیلانے کیلئے بطور ایک عظیم الشان خوشگوار چشمہ کے ہے۔ اور اس کی ترقی عزت اور حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص پیشگوئی ہے جسکو ہر آن پورا ہوتے دیکھ کر توحید الٰہی اور ہستی باری تعالےٰ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

اس سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ عبادت کیواسطے اور جہتوں کو چھوڑ کر مسجد الحرام کی سمت مقرر کرنا یہ تو نہایت ہی خوبی کی بات ہے۔ نہ کہ جائے اعتراض۔ ہاں اگر نماز میں کعبہ کی پوجا یا پرستش کا کوئی لفظ ہوتا یا یونہی کسی اور پہلو سے بھی کوئی اشارہ یا کنایہ ہوتا تو البتہ ایک بات تھی مگر نماز میں تو ایک حرف بھی ایسا نہیں جس میں کعبہ کا ذکر ہو۔ پھر ایک اور بات بھی گوش ہوش سے سننے والی ہے۔ کہ اہل اسلام کے نزدیک تو نماز کے وقت کعبہ کی طرف صرف بلحاظ جہت کے (اور وہ بھی اطمینان کی حالت میں خوف یا سواری کی حالت میں ضروری نہیں) منہ کرنا جائز رکھا ہے نیت استقبال کو ممنوع سمجھا گیا ہے۔ نیت تو صرف خدا کی عبادت کی ہوتی ہے۔

دیوار ہائے کعبہ کے بالمقابل ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں۔ اور پھر وہ دیواریں کئی دفعہ منہدم ہوئیں اور کئی دفعہ از سر نو تعمیر ہوئیں، در ہونگی۔ غرض زیادہ کیا لکھا جاوے ایک عقلمند کبھی یہ اعتراض نہیں کریگا۔ کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا بت پرستی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ بت معبود ہوتے ہیں۔ ان سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ ان کی یاد کی جاتی ہے۔ ان کے سامنے اظہار عجز و نیاز کیا جاتا ہے۔ انکو اپنے نفع اور ضرر کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ جہاں بت ہوں۔ وہیں پرستش ہوتی ہے۔ اور جگہ نہیں۔ بتوں کے سامنے بتوں کی تعریف کی جاتی اور گیت گائے جاتے ہیں پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور ان سب باتوں کا نماز کے ساتھ ایک ذرہ تعلق نہیں۔ بت پرستی اور چیز ہے۔ اور اتفاق کے لئے ایک خاص جہت کی طرف

منہہ کر لینا اور بات ہے۔ کہاں ایک خاص وجود تیار کر کے اس سے مرادیں مانگنا۔
اوسکی تعظیم کرنا اوسکی عبادت کرنا اس کے پاس موجود ہونیکی حالت میں ادب سے
اس کے ساتھہ پیش آنا۔ غیر حاضری میں اس کی عبادت نہ کرنا۔ اور کہاں محض خدا
کی عبادت کے لئے متفق ہو کر ایک ہی طرف کو منہہ کر لینا۔ نہ خدا کی عبادت کرتے ہوئے
اس کا نام لینا نہ اس سے مرادیں مانگنا نہ اس کے آگے اظہار عجز و نیاز کرنا۔ نہ اس کو
اپنے نفع و ضرر کا مالک سمجھنا اور نہ ہی اسکی غیر موجودگی میں خدا تعالٰے کی عبادت سے
باز رہنا۔ الغرض دنیا میں اگر کوئی قوم حقیقی توحید کی قائل اور بت پرستی کی دشمن ہے۔ تو
وہ صرف اہل اسلام ہی ہیں نہ کوئی اور۔ خود دیانند جی بھی لکھتے ہیں۔ کہ جب مسلمان
مندر اور بتوں کو توڑتے پھوڑتے ہوئے کاشی کے نزدیک آئے تب پوجاریوں
نے اس پتھر کے لنگ کو کوئیں میں ڈال دیا اور بیتی مادھو کو برہمن کے گھر میں چھپا
دیا صفحہ ۴۴۲۔ اب اگر سوامی جی زندہ ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے۔ کہ مسلمانوں کی نسبت
تو تم نے لکھا ہے۔ کہ ان کا خدا اور وہ بڑے بت پرست اور پرانی اور جینی چھوٹے بت
پرست ہیں۔ اور اب انہیں کو بتوں کا خطرناک دشمن قرار دیتے ہو۔ یہ کیا معاملہ ہے
اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ مسلمان لوگ بت پرستی
سے سخت نفرت رکھنے والی قوم ہے۔ اور کعبہ کی طرف منہہ کرنے کو بت پرستی سے
کوئی تعلق نہیں پھر بھی سوامی جی نے مسلمانوں کے حق میں وہ بدزبانی کی ہے۔ جو سوامی
جی کے لئے ایک طرح کی نہائیت ہی بری یادگار ہے۔ کیسا ظلم ہے۔ کہ جینیوں سے بھی
بڑھ کر درجہ بت پرستی میں مسلمانوں کا رکھا ہے۔ حالانکہ خود ہی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش
میں لکھا ہے۔ کہ جینیوں نے بت ننگے دھیان کی حالت والے اور تارک الدنیا انسان
کی مانند بنائے ہیں۔ ان کے برخلاف ویشنو وغیرہ نے اچھی طرح سجی ہوئی عورت
کے ساتھہ رنگ و راگ عیش و عشرت کی صورت والے کھڑے اور بیٹھے ہوئے

بت بنائے صفحہ ۴۰۹ ان بتوں کو کوئی توڑ ڈالتا یا چرا لے جاتا۔ تب ہائے ہائے کر کے روتے رہتے ہیں صفحہ ۴۱۰ بہت سے پوجاری اپنے نارائن کو ڈبیا میں بند کر ا ویسی کپڑے وغیرہ سے باندھ گلے میں ڈالتے ہیں جسطرح کہ بندریا اپنے بچے کو گلے میں لٹکا لیتی ہے۔ ویسے پجاریوں کے گلے میں بھی لٹکتے ہیں۔ جب کوئی بت کو توڑتا ہے۔ تب ہائے ہائے کر کے چھاتی پیٹ بکتے ہیں۔ کہ سیتارام جی۔ رادھا کرشن جی اور شوپاربتی جی کو بدمعاشوں نے توڑ ڈالا صفحہ ۷۵۴

میرے خیال میں آریہ صاحبان کے مقابلہ پر میں کافی جواب لکھ چکا ہوں۔ اگر کوئی حق کا شیدائی ہوگا۔ اور انصاف سے مطالع کریگا۔ تو اس پر اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح کھل جائیگی۔ اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور اخیر پر صرف اس آیت کا مختصر طور پر مطلب بیان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ جو وحدت وجودی پیر نے جس کا ذکر میں نے شروع مضمون میں کیا تھا۔ اپنا مطلب سدھ کرنے کے لیئے پیش کی تھی اور وہ آیت یہ ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ - $\frac{1}{14}$ - اب اگر اس آیت کا مطلب یہ بیان کریں۔ کہ جدھر منہہ کریں۔ اُدھر ہی اللہ کا منہہ ہے۔ تو اس سے ثابت ہوگا۔ کہ سارا جہان خدا کا منہہ ہی منہہ ہے۔ یا یہ کہ خدا صرف منہہ ہی منہہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اصل بات یہ ہے وجہ کے معنے توجہ کے بھی ہیں۔ اور یہ آیت فتوحات صحابہ کے لئے بطور پیشگوئی کے ہے یعنی جس طرف تمہاری توجہ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کی توجہ بھی اسی طرف ہوگی۔ کیونکہ خدا رسولوں اور ان کے متبعین کا حامی اور مددگار ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا۔

اور پھر اسی آیت سے وحدت وجود کی بجائے کثرت وجود ثابت ہو رہا ہے جیسی مشرق مغرب۔ اللہ۔ توجہ کرنیوالے وغیرہ۔

خاکسار محمد ظہیر الدین مصنف رد چکڑالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

انبیاءؑ و منجمین میں فرق

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ انبیاء بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اور منجم بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ پھر انبیاء میں اور منجمین میں فرق کیا ہوا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض دفعہ منجمین کی پیشگوئیاں بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس طرح سے انبیاء کی بھی ہو جاتی ہیں۔ پھر ہم ایک منجم اور نبی میں کیا فرق کر سکتے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ ایک منجم ہی اُٹھکر نبی ہونیکا دعویٰ کر دے۔ تو پھر مابہ الامتیاز کیا ہوا اور پہچاننے والا پہچانے کیونکر۔

اس کے بہت سے جواب ہیں۔ اور ایسے بہت سے طریقہ ہیں۔ کہ جن سے منجمین اور انبیاء میں ایسا فرق ہو سکتا ہے۔ کہ جیسے ظلمت اور نور میں۔ مگر میں اس موقعہ پر کسی لمبی بحث کو چھیڑنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ایک چھوٹا سا فرق بیان کرونگا کہ جو اچھی طرح سے ان دونوں گروہوں میں فرق کر دیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

سورۃ النحل رکوع ۶ میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى

تَحُوْنُ فَاِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ اس جگہ خداتعالےٰ نے نبی کے متعلق تین باتوں کا ذکر فرمایا ہے ۔ ایک تو اس کے متبعین کا ذکر دوسرے خود اسکی نبوت کا حال تیسرے اس کے مخالفین کا انجام ۔ چنانچہ فرمایا ہے ۔ کہ ایسے لوگ جو کہ خداتعالےٰ کے انبیاء پر ایمان لاتے ہیں ۔ اور ان کے ساتھ ہونیکی سزامیں انپر ظلم کیئے جاتے ہیں ۔ اور مصیبتیں ڈالی جاتی ہیں ۔ اور وہ تکلیفیں اٹھاتے ہیں ۔ اور رنج و غم دیکھتے ہیں ۔ اور درد و الم میں پڑتی ہیں ۔ تو ایسے لوگونکو بوجہ اسکے کہ انہوں نے باوجود ان مصائب کے خداتعالےٰ کا دامن نہیں چھوڑا ۔ ۔ صبر سے کام لیا ہم اس دنیا میں بڑی بڑی ترقیات دینگی اور فتوحات انکو نصیب ہونگی ۔ اور جس رنگ میں مخالف ان کے مقابلہ پر آئینگے ۔ ذلیل ہونگے ۔ اگر تلوار کے ساتھ مقابلہ کریں گے ۔ تو اُسی رنگ میں اُن کو ذلیل کیا جائیگا ۔ اگر قلم کے ساتھ سامنے آئینگے ۔ تو اُسی رنگ میں مومنین کا گروہ اُنپر غالب کیا جائیگا ۔ دوسری بات نبوت کے متعلق یہ فرمائی ہے ۔ کہ یہ لوگ جو شک کرتے ہیں ۔ کہ تو نبی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ نہیں کبھی مجنون کہتے ہیں کبھی ساحر کبھی منجم کبھی کاذب کبھی شاعر (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) انکی کوئی پرواہ مت کر بلکہ تجھ سے پہلے بھی ہم نے کئی بھیجے اور اُن پر بھی اعتراض ضرور ہوتے تھے ۔ اور اس قسم کے اقوال اُنکو بھی کہے جاتے تھے ۔ لیکن ہم نے آخر ان کی نبوت ثابت کر دی یا نہیں ۔ پھر جبکہ ہم نے اُن انبیاء کی نبوت کو ثابت کر دیا ۔ تو پھر تجھے تو ہم نے خاتم النبیین کر کے بھیجا ہے ۔ تیری نبوت کیوں نہ ثابت کریں گے ۔ اور پھر خداتعالےٰ نے یہ فرمایا کہ یہ بھی گمان نہیں کرنا چاہئیے کہ پہلے لوگ کوئی اور مخلوق تھے ۔ بلکہ وہ بھی آدمی ہی تھے ۔ پس جبکہ وہ بھی بشر ہی تھے اور بشر پر اس قسم کے اعتراض ہونے ضروری ہیں ۔ تو اس لئے تجھ پر بھی ہونے چاہئیں تھے ۔ اور جسطرح اُن پر جسقدر اعتراض ہونے تھے ۔ ہم نے اُنکو دور کر دیا ۔ تجھ پر جسقدر اعتراض ہوتے ہیں ۔ انکو بھی دور کرینگے ۔ اور پھر خداتعالےٰ نے وہ معیار بتاتا ہے ۔ اور

وہ یہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ بینات اور زبر ہوتے ہیں۔ یعنے وہ باتیں کہ جو اُن میں اور منجمین اور مجانین اور ساحرین اور شعراء میں فرق کر دیتی ہیں۔ اور ایسی تعلیم اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو عین فطرت کے مطابق ہوتی ہے تیسری بات پھر دوسری کی تفسیر کے لئے فرمائی اور کل انبیاء کے مخالفین اور خصوصاً آنحضرت کے مخالفین کو مخاطب کرکے* دنیا میں ذلت اور رسوائی کے عذاب سے بچ جائینگے۔ اور یہ جو دنیا میں تجارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اور بڑے بنے ہوئے ہیں۔ اس حالت پر قائم رہینگے۔ اور ذلیل نہ ہونگے۔ اگر ان کا یہ خیال ہے۔ تو سخت غلطی پر ہیں۔ اور اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئینگے۔ تو ضرور سزائے سخت پائینگے۔

پس اس آیت سے ہمکو انبیاء اور منجمین کے درمیان فرق کرنے کا ایک کھلا کھلا معیار معلوم ہوگیا۔ جس سے کبھی بھی کوئی شخص دہوکے میں نہیں آسکتا۔ اور وہ یہ کہ منجم تو کہتا ہے۔ کہ فلاں وقت بارش ہوگی۔ اور فلاں وقت فلاں شخص مرجائے گا۔ یا فلاں جگہ زلزلہ آئے گا۔ مگر نہیں جانتا۔ کہ اُس کے رشتہ دار اُس میں کتنے مرینگے یا اس کے مخالف کس حد تک اس سے محفوظ رہینگے۔ (یہ سب ہم اس بات کو فرض کرکے لکھ رہے ہیں۔ کہ منجم کی بات بھی سچی ہوتی ہے۔ ورنہ منجم سچ کہا کرتے ہیں۔ کہ نہیں وہ ایک اور بحث ہے) لیکن نبی کی پیشگوئیاں اُسکی تائید کے رنگ میں ہونگی مثلاً ممکن ہے۔ کہ ایک منجم کہے۔ کہ ایک زلزلہ آئیگا۔ اور واقعی آبھی جائے۔ مگر وہی پیشگوئی جب ایک نبی کرے گا۔ تو یہ کہیگا۔ کہ یہ میرے مخالفین کے عذاب کے لئے ہے۔ اور چنانچہ جب وہ عذاب آئیگا۔ تو اسکے مخالفین ہی ہلاک ہونگے۔ اور وہ خود اس عذاب میں کبھی گرفتار نہ ہوگا۔ اور اُس کے پیرو بھی کُلّیۃً یا بہت حصہ تک اس سے محفوظ رہینگے۔ پس نبی جس قدر پیشگوئیاں کرتا ہے۔ وہ اکثر یا تو اپنے مخالفین کے لئے عذاب کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ کہ جو باوجود تمام ہونیکے اُس کے

* ہو یا یہ کہ یہ لوگ اس گروہ کی مخالفت کریں

پیرو دل پر نہیں آتا۔ اور یا اپنے متبعین کے لئے خوشخبریاں ہوتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ منجم تو کہتا ہے۔ کہ اب یہ کام یوں ہو جائے گا۔ اور گو اسکی بات سچی بھی نکلے۔ مگر اُس میں اُس کا اختیار کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف نبی کہیگا کہ یہ عذاب آئیگا۔ مگر جو میرے متبع ہو جائینگے۔ وہ اس عذاب سے بچ جائینگے۔ اور ویسا ہی ہوگا۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک عذاب کی خبر دی۔ اور واقعی وہ آ بھی گیا۔ مگر جب انہوں نے توبہ کی اور حضرت یونسؑ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور بہت روئے اور گڑگڑائے تو وہ اُس عذاب سے بچ بھی گئے۔ اس سے دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ ایک تو پیش گوئی بھی۔ کیونکہ عذاب وقت مقررہ پر واقعی آگیا۔ اور دوسرے نبوت کیونکہ جب انہوں نے توبہ کی تو وہ ٹل گیا۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کہ ایک منجم خبر دے۔ کہ فلاں وقت زلزلہ آئیگا۔ اور وہ بات سچی بھی نکلے۔ تو اسوقت کل گاؤں کے لوگ ٹاٹ کے کپڑے پہن لیں۔ اور شہر سے باہر نکل کر رو دیں اور چلائیں اور مائیں دود پیتے بچوں کو دودھ چھڑا کر الگ پھینک دیں۔ تاکہ اُن کے رونے سے ہی رحم نازل ہو۔ اور کل لوگ دعائیں مانگیں۔ کہ الٰہی زید کیل (جو ایک بڑا منجم ہے) بالکل سچا ہے۔ اور آج اسکی سچائی کا ہمکو کامل یقین ہو گیا۔ ہم آئندہ کیلئے توبہ کرتے ہیں۔ کہ کبھی ہم سے ایسی حرکت سرزد نہ ہو گی۔ کہ ہم اُس کی بات کا انکار کریں۔ اور جو کچھ وہ کہیگا۔ ہمکو اس کے ماننے میں ذرہ بھی عذر نہ ہوگا۔ اور اس کے حکم کی تعمیل میں سرمو فرق نہ ہوگا۔ اور اُن کے اس دعا کے کرنے کے بعد یک لخت ایسا ہو۔ کہ عذاب کے آثار ٹل جائیں۔ اور پھر امن ہو جائے۔ اور لوگ پھر چین کے دن دیکھیں اور نہ کبھی یہ ہوگا۔ کہ ایک منجم یا ڈاکٹر کسیکی نسبت کہے۔ کہ اس جگہ خطرناک طاعون پڑیگی۔ اور پھر اس کی بات سچی نکلے۔ اور جب خطرناک طاعون پڑے تو وہ لوگ جو یہ مانتے ہوں کہ ڈاکٹر صاحب یا منجم صاحب کا اندازہ بالکل درست تھا۔ وہ تو بچ جاہیں۔ اور جو

کہیں کہ ڈاکٹر صاحب ایک نادان آدمی ہیں۔ یا منجم صاحب کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ گاہ باشد کہ کودکے نادان والی مثال ہے۔ کبھی انکی بات سچی بھی ہو گئی۔ تو ایسے لوگ طاعون کا نشانہ ہو جائیں۔ مگر جب نبی پیشگوئی کریگا۔ تو تخویف یا انعام کے لئے ہو گی چنانچہ جب وہ طاعون کی پیشگوئی کریگا۔ تو کہیگا۔ کہ میرے مخالف ہلاک ہونگے۔ مگر میں بالکل اس مصیبت سے بچا رہونگا۔ اور وہ واقعی اس سے بچا رہیگا۔ (گو ممکن ہے۔ کہ وہ منجم یا ڈاکٹر خود بھی ہلاک ہو جائے) اور اس کے متبع بھی بہت حد تک بچے رہینگے۔ سو یہ ایک بین بات ہو گی۔ کہ جو فرق کر دیگی کہ یہ ایک نبی ہے منجم نہیں۔ پس منجم جو کچھ کہتا ہے۔ وہ تو ستاروں کے تغیرات یا اور دیگر حالتوں کو دیکھکر کچھ کہتا ہے۔ ممکن ہے یعنی باتوں میں سے کوئی سچی بھی نکل آئے۔ مگر نبی جو کچھ کہتا ہے۔ اس میں دلونکے تغیرات پر مدار ہوتا ہے۔ اور دعا کا تعلق ساتھ ہوتا ہے۔ ایک مخالف جو موافق ہو جائے۔ سزا سے بچ جاتا اور ایک پیرو جو فرنٹ ہو جائے۔ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس نبی کی پیشگوئیوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ خدا کا تعلق ہے۔ کیونکہ جیسا کسی کا دل اس نبی کی نسبت ہوتا۔ اسی قسم کے سلوک کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ مگر منجم کا دشمن ممکن ہے۔ کہ آئے دن اس پر فتح حاصل کرے اور جب وہ زائچہ ڈال کر دیکھے تو اس میں یہی فیصلہ نکلے۔ کہ دشمن تجھپر قائم ہوگا۔ اور تجھکو ذلیل کر دیگا۔ مگر جب نبی دعا کرے گا۔ تو اسکو اس کے دشمن کے لئے یہ جواب ملیگا۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝

خاکسار

مرزا محمود احمد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

مسیحیوں کی طرف سے ہمیشہ اعتراض ہوا کرتا ہے۔ کہ نجات کی حقیقت کو ہی غیر مذاہب کے لوگ نہیں سمجھتے۔ تو پھر اس کے حصول کے ذرائع انکو کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ وہ اُس کے حاصل کرنے میں کامیاب کیونکر ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نہیں جانتا کہ وکالت کا کوئی امتحان ہوتا ہے۔ تو پھر وہ اسکے پاس کرنے کی تیاری کیونکر کر سکتا ہے۔ یا اگر کسی کو یہ بھی معلوم ہو کہ وکالت کا امتحان ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ نہ جانے۔ کہ اُسمیں کیا کچھ پڑھایا جاتا ہے۔ اور کون کون سی کتاب کا مطالعہ کرنا پڑھتا ہے۔ تو ایسے شخص سے اُسکے پاس کرنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مرض کا علاج تب ہی ہوتا ہے۔ کہ جب مرض کی تشخیص بھی ہو چکی ہو۔ اگر کوئی مرض کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے۔ تو پھر اُسکا علاج کیا خاک کرے گا۔ پس اس اعتراض کے ماتحت وہ کل مذہب کو رد کرنے اور اُن کے پیروؤں کی بیوقوفیوں پر ہنستے ہیں۔ مگر دعویٰ اور دلائل میں بڑا فرق ہے۔ ایک انسان دعوےٰ تو بہت کر سکتا ہے مگر ثبوت ہر ایک دعوی کا مشکل سے لا سکتا ہے۔ مگر ثبوت کے بغیر تو دعوؤں کی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر پادری صاحبان ہم پر ہنسیں تو ہم بھی بقول حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی کہینگے۔ اِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ

مگر چونکہ نجات کا مسئلہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں سلسلہ وار ایک مفصل مضمون لکھکر اس پر کچھ روشنی ڈالوں اور ثابت کروں کہ جو نجات کی حقیقت اسلام نے بتائی ہے۔ کوئی مذہب اس تک نہیں پہنچ سکا اور یہ کہ کل مذاہب اس معاملہ میں بہت حد تک غلطی پر ہیں۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم۔

ارادہ تو میرا اس مضمون پر کچھ لکھنے کا مدت سے تھا۔ مگر ایک عرصہ سے طبیعت کچھ علیل رہی ہے چنانچہ اول تو قریباً ایک ماہ تک کسیقدر بخار ہوتا رہا۔ اور سخت سر درد کا دورہ رہا۔ اب کوئی ہفتہ بھر سے کھانسی ہو رہی ہے۔ مگر اس خیال سے کہ آخر یہ کام کرنا تو ہے ہی۔ خدا تعالےٰ کے بھروسہ پر شروع کرتا ہوں۔ اگر منشائے الٰہی ہوگا۔ تو پورا ہو رہیگا۔ اس علالت طبع کی وجہ سے ہی قدامت مادہ کا مضمون بھی شروع نہ کر سکا۔ حالانکہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ مارچ تک شروع کر دیا جائیگا۔ شاید ایک دو ماہ اُسمیں اور توقف پڑ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چونکہ یہ مضمون سلسلہ وار نکلیگا (انشاءاللہ) اس لئے جملہ خریداران رسالہ سے التجا ہے۔ کہ وہ اس کو سنبھال کر رکھیں۔ تو آخر میں انشاءاللہ ایک چھوٹی سی کتاب بن جائیگی۔ اور ممکن ہے۔ کہ کسی وقت کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے۔ وما علینا الّا البلاغ۔

راقم

خاکسار

مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجات کا فلسفہ

تمہید میں اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے اسقدر لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ اس وقت غیر مذاہب کو اپنے مذاہب کی طرف بلانیوالے تین ہی گروہ ہیں۔ اول مسلمان دوم مسیحی اور سوم آریہ اس لئے میں اس مضمون میں سب سے پہلے فلسفۂ نجات پر جو کچھ اسلام نے روشنی ڈالی ہے۔ اُس کو ایک حد تک ... مفصل بیان کروں گا۔ اور بعد ازاں مختصر طور سے غیر مذاہب کے بیانات پر کچھ تنقید کروں گا۔ اور سچے اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے بعد غیر مذاہب کے دلائل کو توڑنیکی چنداں ضرورت بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ جب اسلام کا دعویٰ دلائل قطعیہ سے ثابت ہوگیا۔ تو پھر دوسرے مذاہب آپ ہی باطل ہو گئے۔ اتنا لکھنے کے بعد میں دو امر اور بھی کھول دینے ضروری سمجھتا ہوں۔

دعویٰ با دلائل ہو اول تو یہ کہ تینوں مذہب جن کا میں ذکر کر آیا ہوں اپنے خیالات اور دعاوی کی بنا ایک الہامی کتاب پر رکھتے ہیں۔ کہ جنکی نسبت اُن کا یقین واثق ہے۔ کہ وہ خدائے علیم و خبیر کی طرف سے ہے۔ پس جبکہ تینوں مذاہب کا یہی خیال ہے۔ اور وہ اس پر پکے ہیں۔ اور جو ان کی کتاب پر شک کرے اور اُسے جھوٹا کہے وہ اُسکو دروغ گو اور نادان کہتے ہیں۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ ہر ایک مدعی اپنے مذہب کی طرف جو کچھ منسوب کرے۔ اُسکا دعویٰ اور دلیل اُسی الہامی کتاب میں سے پیش کرے۔ کیونکہ جب وہ کتاب اپنے اندر کامل ہو۔ اور ہر قسم کے دعاوی جو اس مذہب کے قیام کے لئے ضروری ہوں۔ اُس کے اندر موجود ہوں۔ اور نہ صرف دعاوی ہی۔ بلکہ دلائل بھی وہ خود ہی

دیتی ہو کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک بات خدا تو بھول گیا اور اپنی کتاب میں درج کرنے سے قاصر رہا مگر انسان اس کی مدد کے لئے اٹھا اور اُس نے اس خدائی کام کو کامل کیا۔ اور اسطرح سے وہ بوجھ جو خدا سے نہ اُٹھ سکا۔ وہ انسان نے اٹھایا اور خدا کو اُس مصیبت سے بچا لیا۔

مثلاً جب کفارہ کا مسئلہ مسیحی صاحبان پیش کریں۔ تو ضروری ہے۔ کہ پہلے توریت وانجیل سے اس کا دعویٰ پیش کریں۔ اور پھر اُس کے دلائل بھی انہیں کتابوں سے پیش کریں کیونکہ جب ایک نادان آدمی تک اپنی بات کے ساتھ دلائل بیان کرتا ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جو کوئی فعل لغو نہیں کرتا ایک ایسا بڑا مسئلہ جیسے بنی نوع انسان کی نجات کا دار و مدار ہو۔ اپنی کتاب میں بیان نہ کرے۔ اور ایک مدت کے بعد انسان کو یہ مسئلہ اپنی عقل سے بنانا پڑے۔ یا یہ کہ دعویٰ تو الہی کتاب میں ہو کہ کفارہ کا مسئلہ بھی ایک سچا اور پکا مسئلہ ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی دلیل نہ دیکھی ہو اور انسان کو مجبوراً اُس کے لئے دلائل تلاش کرنے پڑیں۔ اور خدا تعالےٰ کی مدد کیلئے اسے دن رات کوشش کی ضرورت ہو۔ اور پھر کہیں جاکر وہ دعویٰ جو خدا تعالےٰ نے کیا تھا۔ انسان کی مدد سے تکمیل کو پہنچے اور اس طرح خدا تعالےٰ کا انسان حامی اور مددگار بن جائے۔

پس ضروری ہے۔ کہ کل ایسے مسائل جن پر انسان کی نجات کا دار و مدار ہو۔ ان کا دعویٰ الہامی کتاب میں موجود ہو اور اُس کے ساتھ دلائل بھی دیئے گئے ہوں ورنہ جیسے مقدمہ والوں کو وکیلوں کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی اسکی کتابوں کے لئے بھی ایسے وکلاء کی ضرورت پڑیگی۔ کہ جو خدا تعالےٰ کے بے دلائل دعاوی کو ثابت کریں۔ پس جس مذہب میں کوئی مہتم بالشان مسئلہ اعتقادی یا عملی جس سے نجات کا تعلق ہو۔ ایسا پایا جائیگا۔ کہ جو اسکی الہامی کتاب میں نہیں۔ تو یا تو ہم کہینگے کہ

کہ اس مسئلہ کا تمہاری کتاب کو انکار ہے۔ یا یہ کہ وہ الہامی کتاب ناقص ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف نقص کو منسوب کرنا ایک سخت گناہ ہے۔ اس لیئے مجبوراً کہنا پڑتا کہ یا تو وہ کتاب الہامی ہی نہیں۔ اور یا انسانی دستبرد تباہ ہو گئی ہے۔ ورنہ اگر انسان کو اجازت ہو کہ جو کچھ چاہے۔ الہامی کتاب کی طرف منسوب کردے۔ اور کوئی ضرورت نہیں۔ کہ اس میں ہو یا نہ ہو۔ تو دنیا میں شرارت کی کوئی حد نہیں رہیگی۔ اور جس کا جو خیال ہو گا۔ وہ اسے خدا کی کتاب کی طرف منسوب کر دے گا۔ اور اعتراض پر جواب دیگا۔ کہ جیسے تم نے چند عقیدہ بنالیئے۔ اور الہامی کتاب میں انکی کوئی اصل نہیں۔ ویسے ہی میں نے بھی بنالیئے۔ تو اسطرح ایمان اُٹھ جائیگا۔ اور امن جاتا رہیگا اور مذہب کی سچائی کا کوئی معیار نہ رہیگا۔ اور الہامی کتابوں کی کوئی حقیقت اور وقعت نہ رہیگی۔ پس ہر ایک مسئلہ کو پیش کرتے ہوئے چاہیئے۔ کہ انسان اس کو اپنی کتاب میں دکھاتے۔ اور پھر اس کے دلائل بھی اسی کتاب میں سے دکھائے۔ اور اگر دعویٰ دکھا دیا ہے۔ تو پھر اس کے لیئے دلائل بھی اُسی کتاب میں سے دکھائے تاکہ انسان پر اُس الہامی کتاب کی عزت ثابت ہو۔ مثلاً یہی نجات کا مسئلہ ہے۔ اس کے لیئے ضروری ہے۔ کہ اول تو ایک مسیحی اپنی کتاب میں سے دکھائے۔ کہ نجات بھی کوئی چیز ہے۔ اور اگر ہے۔ تو وہ کیا ہے۔ اور پھر اُس کے حصول کے کون سے ذرائع ہیں اور یہ تمام باتیں جو بیان کی گئی ہوں۔ تو ان کے ساتھ دلائل بھی دیئے گئے ہوں۔ ورنہ یہی کہنا پڑے گا۔ کہ مدعی سُست اور گواہ چست۔

پس اس مضمون میں انشاء اللہ جو اسلامی اصل پیش کروں گا۔ اُسے قرآن شریف سے پیش کروں گا۔ اور اس کے دلائل بھی قرآن شریف سے ہی دوں گا۔ اور اس کی مدد میں اگر کوئی حدیث رسولؐ اللہ ہو گی تو اسے بھی تفسیر کے طور پر پیش کروں گا۔ اور میرے خیال میں مذہبوں کا فیصلہ کرنے کے لیئے اس سے زیادہ آسان اور

کوئی راہ نہیں۔ ورنہ اگر انسان من گھڑت اعتقاد بنانے شروع کر دے۔ تو پھر مذہب تو کچھ چیز نہیں رہتا۔ اور نہ الہامی کتاب کی ہی۔ کوئی ضرورت رہتی ہے۔ اور بات بھی کیسی لغو ہے۔ کہ جس خدا نے ہمکو پیدا کیا۔ اور ہم ماں کے رحم میں تھے۔ تو وہاں بھی ہماری پرورش کے سامان تیار کئے۔ پھر ہم پیدا ہوئے۔ تو یہاں ماں کی چھاتیوں میں دودھ پہلے سے تیار تھا۔ بڑے ہوئے تو ہر قسم کے خورونوش کے سامان مہیا پائے جس نے دن کے لئے سورج اور رات کے لئے چاند اور ستارے بنائے۔ پھر ایسا خدا جو قادر ہے۔ جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ اور ہر قسم کے وساوس اُسپر روشن ہیں۔ کیا اُس نے ہماری نجات کے ذرائعہ نہیں پیدا کئے۔ اور اپنی کتاب میں بھی اُن عقائد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کہ جس پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے۔ اور اُس کے لئے اسے اور لوگوں سے التجا کرنی پڑی۔ کہ تم ہمارے لئے کچھ اعتقادات بناؤ۔ کہ جن پر ہم ایمان لائیں۔ اور اُن کے لئے کچھ دلائل بھی تلاش کرو کہ تا ہم چشموں کی نظروں میں سبک اور ذلیل نہ ہوں اگر مذہب کی یہی اصلیت ہے۔ تو پھر یہ مذہب آج بھی گئے۔ اور کل بھی گئے۔

میرے دعویٰ کی دلیل

میں اس دعویٰ کو بھی بغیر دلیل کے پیش کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خود قرآن شریف سے اس کا ثبوت دیتا ہوں۔ کہ قرآن شریف نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ اور اپنی سچائی کا اسے دارومدار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰہُمۡ ۙ اِنۡ فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ اِلَّا کِبۡرٌ مَّا ہُمۡ بِبَالِغِیۡہِ ۚ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿ پ ۲۴ رکوع ۱۱۔ ترجمہ تحقیق وہ لوگ کہ جھگڑتے ہیں۔ بیچ نشانیوں اللہ کے بغیر دلیل کے کہ آئی ہو اُن کے پاس نہیں۔ بیچ سینوں اُن کے مگر تکبر کہ نہیں وہ پہنچنے والے اس تک۔ پس پناہ پکڑ ساتھ

اللہ کے تحقیق وہ ہے۔ سُننے والا دیکھنے والا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مخالفین اسلام پر یہ حجت قائم کی ہے۔ کہ جب تم مذاہب کے متعلق گفتگو کرتے ہو۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ دعویٰ اور دلیل پیش کیا کرو۔ مگر جب کہ تم کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کرتے۔ کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہو۔ تو دعویٰ باطل سے کیا حاصل۔ بلا دلائل مباحثہ کا کیا نتیجہ۔ بس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے کل مذہبی مباحثوں کا آسان اور سہل طریق بتا دیا ہے۔ کہ اگر فیصلہ چاہو تو سہل راہ یہ ہے۔ کہ دلائل پیش کرو جو کہ تمہاری کتب میں دیئے گئے ہوں۔ نہ کہ جس کی جو مرضی ہوئی عقیدہ گھڑ لیا اور شتر بے مہار کی طرح بولتے چلے گئے۔ مسیحی صاحبان میں اگر یہ عادت داخل ہوئی۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان کی جدت پسندی اور آئے دن کی ایجادوں کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ انہیں جہاں ہزاروں ہزار موحد اور سائینس کے علماء پیدا ہو گئے۔ وہاں پادریوں نے بھی اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے آئے دن نئے نئے عقیدے اور نئے نئے دعاوی ایجاد کرنے شروع کئے۔ مگر نہ معلوم آریہ صاحبان نے ان ایجادوں میں کہاں سے کمال حاصل کیا۔ غرض کہ یہ طرز خواہ مسلمان اختیار کریں یا مسیحی یا آریہ بہت ہی خطرناک اور ضرر رساں ہے۔ کہ جس کے دلیں جو کچھ آیا وہ کہہ دیا جس کا ثبوت تو ثبوت دعویٰ تک کتاب میں سے نہ نکلے۔ بس یہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ خدا جو ایک بے عیب ہستی ہے۔ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی بھی طاقت نہ رکھے۔ اور اپنا منشاء بیان کرنے سے قاصر رہے۔ اور انسان کا فرض ہو۔ کہ جو دعاوی خدا تعالیٰ سے بیان کرنے میں رہ گئے تھے۔ یا جن کے لئے آسے کوئی دلیل نہیں سمجھ میں آئی۔ ان دعاوی کو تلاش کرے۔ اور دلائل بھی اپنی طرف سے پیش کرے۔ میرے خیال میں تو اس اعتقاد کا شخص خدا تعالیٰ کے علم اور طاقت کا منکر ہے اور مذاہب کا مصلح نہیں۔ بلکہ مفسد ہے۔

دیکھو قرآن شریف نے کیسے بین طور سے فرمایا ہے۔ کہ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔ پ۱۳ رکوع ۶ - یعنے قرآن شریف کوئی جھوٹی بات نہیں ہے - بلکہ یہ تو سچا کر دکھانے والی ہے - اُسکو جو کہ آگے آیا ہے۔ اور اس میں تو ہر ایک بات جو کہ دین کے متعلق ہے مُفصّل دعویٰ اور دلیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور اس میں گمراہوں کے لئے ہدایت راستی کے طریق میں اور یہ تو ایمانداروں کے لئے ایک رحمت کا موجب ہے۔ ایسا نہیں کہ اس کو مانکر انسان ایک مصیبت میں پڑ جائے اور آگے من گھڑت دعاوی اور دلائل کیساتھ اس کی مدد کرنی پڑے۔

علاوہ اس کے قرآن شریف ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۔ پ۲۶ رکوع ۱۷
اس آیت میں خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کی سچائی کا ثبوت دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی سچائی کا ثبوت ہے۔ اور اس کے خدا کی طرف سے ہونیکی یہ دلیل ہے۔ کہ وساوس نفسانی کو کوئی انسان تو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی کو کیا معلوم ہے کہ دوسرے کے دلیں کیا کیا خیالات گزرتے ہیں۔ اور کون کون سی بات اُس کے دل میں کھٹکتی ہے۔ اگر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ تو وہ خالق ہی ہے۔ پس جبکہ خالق ہی سمجھ سکتا ہے۔ تو قرآن شریف کے ہماری طرف سے ہونیکی یہ دلیل ہے۔ کہ ہم نے کل وساوس انسان کا اسمیں بادلائل رد کیا ہے۔ اور یہ کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کلام جو ہے۔ تو اسی ہستی کی طرف سے ہے۔ کہ جو خالق ہے۔ کل انسانوں کی تبھی تو اس نے ہر ایک کے خیال کا اس میں رد کر دیا۔ ورنہ غیر تو غیر انسان تو اپنے بیوی بچے کے خیالات پر بھی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر کسطرح ممکن تھا۔ کہ کوئی انسان ایسی کامل کتاب اپنی طرف سے بنائے۔ کہ جسمیں کل وساوس انسان

کا رد موجود ہو۔ اور باہر سے دعویٰ یا دلائل مانگنے کی کچھ ضرورت نہ پڑے۔ پس اس آیت میں قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ کل دعوے اور دلائل میرے اندر موجود ہیں۔ اور میں ایک کامل کتاب ہوں۔ اور کسی قسم کا بھی وسوسہ ہو۔ اور شیطانی خیال ہو اس کا جواب تدبر کرنے والے انسان کے لئے مجھ میں موجود ہوگا۔ اور کوئی اعتراض بھی ذات وصفات الٰہیہ پر نہ پڑیگا۔ کہ جس کا جواب نہ دیا گیا ہو۔ اور کوئی حرف گیری اسلامی عقائد پر نہ کی جائیگی۔ کہ جس کا رد نہ کیا گیا ہو۔ پس یہ کام خدا کے سوا اور کسی کا ہو نہیں سکتا۔ اس لئے یہ کتاب ضرور الہامی ہے۔

اب میں کافی طور سے بتا چکا ہوں کہ قرآن شریف نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہر ایک الہامی کتاب کا فرض ہونا چاہئے کہ کل ضروری باتوں کا اس میں بیان ہو۔ اور وہ بغیر دلائل کے بیان نہ کی گئی ہوں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کے لئے دلائل بھی آنے چاہئیں۔ اگر قرآن شریف کے بتائے ہوئے اس پاک اصول پر دنیا کاربند ہوتی۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے جھگڑے خود بخود ہی طے ہو جاتے۔ اور کچھ لمبے چوڑے مباحثات نہ کرنے پڑتے۔ ۔ مگر افسوس کہ چونکہ غیر مذاہب اس نعمت سے خالی ہیں۔ اس لئے حتی المقدور وہ اس کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر میں نے اس پر اسلئے زور دیا ہے۔ کہ شاید کسی سعید روح کو کچھ فائدہ پہنچے اور وہ سوچے اور غور کرے کہ کیا وجہ کہ ہم خدا کی مدد کو آئیں۔ اور وہ خود اپنی الہام کردہ کتاب کو ایسا ناقص رکھے۔ کہ دلائل تو دلائل دعاوی تک ہم کو خود تیار کرنے پڑیں۔ اور اس صورت میں پھر خدا تعالےٰ کا ہم پر کیا احسان ہوا۔ یہ تو ہماری اپنی کوششوں کا نتیجہ ہوا کہ لوگ خدا کو سمجھنے لگے ورنہ اگر ہم کوشش نہ کرتے۔ تو خدا کی کتاب ایک بے فائدہ چیز کی طرح رہ جاتی۔ مگر اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ کہ کہتا ہے۔ کہ تم ہماری مخلوق ہو۔ ہمکو تمہاری مدد کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب کو کامل بنایا ہے۔ اور دعاوی

اور دلائل میں ناقص نہیں رکھا۔ پس اگر تم ہدایت پاتے ہو۔ تو نہ اس لئے کہ تم ہم پر احسان کرتے ہو۔ بلکہ اس لئے کہ ہم نے تمہارے لئے سچائی کو ایسا بین کر کے کہدیا ہے۔ کہ سوائے نادان یا شریر آدمی کے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ پس جس رنگ سے اسلام کو خدا تعالےٰ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس طرح اسلام پر اُس کے ماننے والوں کا کوئی احسان نہیں۔ بلکہ اسلام کا اُنپر ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کا دارومدار اُنکے پیروں پر ہے۔ اگر انہوں نے اُنکی خبر گیری کی اور اپنے پاس سے اُن کے لئے دلائل مہیا کئے۔ تب تو وہ کچھ بچ رہے۔ ورنہ جسم بے جان کی طرح زمین پر جا پڑے۔ جو کہ ایک سچے مذہب کی نشانی نہیں۔ پس اسی اصول کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے میں تمام دعاوی اور ان کے دلائل قرآن شریف سے ہی بیان کروں گا۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم

یا تو اسلام میں نجات ہی یا کسی مذہب میں نہیں

مذاہب میں جھگڑا کیوں ہے

دوسری بات جو تمہید ہی میں بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ ہے کہ تمام مذاہب کا جو جھگڑا پڑتا ہے۔ تو صرف ایک دوسرے کو دعوت کرنیکی وجہ سے ہی پڑتا ہے۔ مثلاً مسیحی جب تمام دنیا کے مذاہب کے پیروؤں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کو ہی سچا سمجھکر دوسروں کو بھی اُس کے قبول کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تبھی دوسرے مذاہب کو بھی اُسکے رد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر دنیا میں کل مذہب ایسے ہی ہوتے کہ وہ ایک دوسرے کے پیرواں کو اپنے اندر ملانیکی طرف توجہ نہ کرتے۔ یا اُنہیں ممنوع ہوتا تو ہرگز یہ ضرورت پیش نہ آتی۔ کہ ایک مذہب دوسرے مذہب کی اس زور شور سے تردید کرتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان فرقوں میں جو دوسرے مذاہب کے پیرواں کو اپنے اندر شامل نہیں کرتے۔ اس قسم کے مباحثات پیش نہیں آتے۔ مثلاً کہیں نظر

نہیں آئیگا۔ کہ یہودی اور سناتن دہرم کے پیرو ایک دوسرے کے برخلاف سختی کو نہیں مباحثات کر رہے ہوں۔ مگر یہودیوں مسیحیوں یا یہودیوں اور مسلمانوں میں اس قسم کے مباحثات بہت سے مقام پر مشاہدہ میں آسکتے ہیں۔ مگر پھر بھی کامل جوش کیساتھ نہیں۔ کیونکہ کوئی مسیحی یا مسلمان کو یہودیوں کو اپنے اندر شامل نہیں کرتے۔

مگر جب بہی مباحثات مسلمانوں اور مسیحیوں یا مسیحیوں اور آریوں کے درمیان دیکھے جائیں تو بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ تینوں قومیں ایک دوسرے کو اپنے اندر شامل کر لینا جائز ہی نہیں صواب کا کام سمجھتی ہیں اور اس لئے چاہتی ہیں۔ کہ جسطرح ہو اپنے مدّ مقابل کو بھی اپنا ہمزبان بنالیں ایک مسلمان چاہتا ہے کہ کل مسیحی بھی مسلمان ہو جائیں۔ اور ایک مسیحی چاہتا ہے۔ کہ کل مسلمان بھی مسیحی ہو جائیں۔ اور اسی طرح ایک آریہ ان دونوں گروہوں کی نسبت ایسے ہی خیال رکھتا ہے۔ گو میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ تینوں کے محرکات مختلف ہوں۔ مثلاً کوئی تو اس لئے چاہتا ہو۔ کہ خدا تعالےٰ کا فضل میری طرح سے دیگر بنی نوع انسان پر بھی نازل ہو۔ اور وہ بھی حقیقی نجات سے بہرہ ور ہوں۔ اور دوسرا اس لئے کہ مشرق میں ہمارا قدم خوب مضبوطی سے جم جائے۔ اور تیسرا اس لئے کہ ہمارے حق میں ووٹ دینے والوں کی کثرت ہو جائے۔ اور کونسلوں میں ہمارے ممبر کثرت سے ہوں۔ اور ہماری پولیٹیکل عزت بڑھ جائے۔

مگر اس جگہ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ انمیں سے ہر ایک کے محرکات کیا ہیں۔ بلکہ ہمارا منشاء صرف یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی خیال کے ماتحت یہ تینوں مذاہب تمام دنیا کو اپنے خیالات میں رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انہیں تینوں گروہوں میں آپس میں زیادہ مباحثات ہوتے ہیں۔ پس اگر ثابت ہو جائے۔ اور مسیحی اسبات کو مان لیں کہ ہمارے مذہب میں دوسرے لوگوں کا شامل کرنا جائز

نہیں۔ تو فوراً ان کا یہ جوش وخروش جاتا رہے۔ اور سب پادری اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ اور اگر آریہ اپنے سناتن دھرمی بھائیوں کی طرح شدھی کا ناجائز ہونا ...... یقین کریں۔ تو ابھی اُن کی یہ تمام تیزی جاتی رہے۔ اور یہ جسقدر مذہبی رسالہ اور اخبار نکل رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے سب بند ہو جائیں۔ اور کل مذہبی مباحثات یک قلم موقوف ہو جائیں۔

پس جب یہ بات ہے۔ تو میں بھی اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آیا مسیحیوں کو ہم سے مباحثات کرنے اور ہمکو اپنے مذہب میں شامل کرنیکی اجازت بھی ہے۔ کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کسی اور بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اسی طرح آریوں کی نسبت دیکھنا ہے۔ کہ کیا اُن کے مذہب نے انہیں دوسرے لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنے کی اجازت بھی دی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر آریوں سے بھی ہمکو بحث کرنیکی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ پس نجات کے سوال پر بحث ہی تب ہو سکتی ہے۔ کہ اول یہ سوال حل کیا جائے۔ کہ یہ تینوں مذہب تبلیغ عام کے مجاز بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مذہب تبلیغ عامہ کا مجاز نہیں۔ تو پھر وہ ان مباحثات میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو ہم مسیحیوں کی کتاب انجیل میں دیکھتے ہیں۔ کہ کیا اُنکو عام منادی کی اجازت بھی ہے۔ یا نہیں جس کے بعد پھر نجات کے مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہوگی۔

انجیل سب دنیا کے لئے نہیں

سو اول میں مسیحیت کو دیکھتا ہوں۔ کہ اس کے متعلق یسوع کا کیا حکم ہے۔ کہ آیا اس کی تلقین غیر مذاہب کے لوگوں کی جائے یا ... سو اول ہی جو حکم مجھے انجیل میں نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسیح کچھ واعظ مقرر کرتا ہے۔ اور اُن کو حکم کرتا ہے۔ کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ اور

انہیں منادی کرو۔ اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی "۔ متی باب ۱ آیت ۵ و ۶ و ۷۔ چنانچہ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع غیر قوموں میں منادی کو ناجائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ حواریوں کو خاص طور سے منع کرتا ہے کہ تم یہودی قوموں میں ہی منادی کرو مگر غیر قوموں میں مت جاؤ۔ گویا کہ وہ ایسے نجس اور ناپاک لوگ ہیں۔ کہ انکو اپنے مذہب کی تلقین کرنی تو الگ رہی۔ اُنکے پاس جانے سے بھی انسان ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے جسقدر ممکن ہو۔ اُن سے دور رہنا ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔

پس جبکہ یسوع ہی غیر قوموں کی نسبت یہ حکم پاس کرتا ہے۔ تو پھر آج مسیحی صاحبان کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اُس پیغام کو جو یسوع خاص بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے لایا تھا کل دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یسوع کی اسطرح خاص طور سے تاکید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حواریوں کی عادات اور مزاجوں سے اُسے اس قسم کا خوف ضرور تھا۔ کہ یہ لوگ جرأت کر کے غیر مذاہب والوں کو بھی کہیں وعظ نہ شروع کر دیں۔ سو اُس نے اُس خرابی کو روکنے کے لئے شروع میں ہی نصیحت کر دی۔ کہ دیکھنا غیر مذاہب کے لوگوں میں جا کر نصیحت مت کرنا اور میری تعلیم کو اُن کے سامنے مت پیش کرنا بلکہ ہی نہیں۔ اُن کے پاس تک نہ پھٹکنا پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ جب یسوع کا یہ فیصلہ ہے۔ تو پھر پادری صاحبان کس برتے پر دنیا میں انجیل کی منادی کرتے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کو جائز و ناجائز طریق سے اپنے مذہب میں شامل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

ایک بات اس جگہ پر اور قابل غور ہے۔ کہ اگر مسیحی صاحبان فرما دیں۔ کہ یہاں تو صاف لفظ آیا ہے۔ کہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ اس میں سے ہمیشہ کی ممانعت کہاں سے نکال لی۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس آیت سے

یہ ضرور نکلتا ہے۔ کہ جبتک یہودیوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں منادی نہ ہو جائے۔ تب تک غیر قوموں میں منادی نہ کی جائے۔ اب اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اُنکو جبتک اپنے اندر شامل نہ کر لو۔ تب تک دوسرے لوگونکی طرف رُخ نہ کرو۔ اور یا یہ معنے ہیں۔ کہ انہیں ایک دفعہ خبر دیدو۔ کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔ اور پھر تمہارا کچھ فرض نہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں معنے لیکر بھی مسیحیوں پر سے الزام دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر یہ معنے لئے جائیں۔ کہ جبتک یہودی مان نہ لیں اُسوقت تک غیر قوموں میں تبلیغ نہ کی جائے۔ تب بھی مسیحیوں پر اعتراض ہے کہ اب تک یہودی دنیا میں باقی ہیں۔ جبتک وہ کل کے کل تمہاری منادی میں نہ آ جائیں۔ تب تک غیر قوموں میں منادی کرنا سراسر ناجائز ہے۔ اور یسوع کے حکم کے ماتحت جبتک ایک یہودی بھی صفحۂ دنیا پہ موجود ہے۔ تب تک مسیحی کسی اور کو اپنے مذہب کی تلقین نہیں کر سکتے۔ پس ان کا ہم لوگوں کو ابھی انجیل سنانا قبل از وقت ہے۔ پہلے اپنے خدا کے اکلوتے بیٹے کے حکم کے ماتحت کل یہودیوں کو مسیحی بنالیں۔ تو پھر ہماری طرف رخ کریں۔

اور اگر اس کے یہ معنے لئے جائیں کہ نہیں صرف ایک دفعہ منادی کردینی ہی کافی تھی۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اُس سے کچھ غرض نہیں۔ یہ اس کی اپنی دیانت اور امانت پر منحصر ہے۔ تو پھر بھی یہ اعتراض پڑتا ہے۔ کہ یسوع کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تو وہ تھیں۔ کہ جن کو بخت النصر یروشلم کے علاقہ سے لیگیا تھا۔ چنانچہ بائبل پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ کہ اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ اور وہ تمام ملک شام اور اُس کے آس پاس پھیلے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب اُن میں شرارتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حدود کو انہوں نے توڑ دیا۔ اور دنیا میں بجائے امن قائم کرنیکے فساد مچانے لگے۔ تو بابل کا بادشاہ بخت النصر اُن پر حملہ آور ہوا۔

اور خدا نے اُسکے ہاتھوں اُنکو سزا دی چنانچہ بخت النصر اُن کے دس قبیلوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اُن کو افغانستان وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا (چنانچہ افغان اور کشمیری انہیں کی نسلوں میں سے ہیں) اور یروشلم اور اُس کے گرد و نواح میں صرف دو قبیلہ رہ گئے۔ سو وہ دس قبیلہ جو بخت النصر کی قید میں پڑ کر اپنے وطن سے دور جا پڑے۔ وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں کہلائے۔ اور انہیں کے لئے مسیح اپنے حواریوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ پہلے تم اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ مگر برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حواریوں نے اُن گم شدہ بھیڑوں کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بلکہ یسوع کے صلیب پر چڑھائے جانیکے بعد ہی فوراً غیر قوموں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو کہ قطعاً ناجائز تہا۔ پس اگر صرف منادی کے معنے ہی لئے جائیں تب بھی تو کام نہیں چلتا۔ کیونکہ حواریوں نے یسوع کے حکم کے خلاف کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھی نہیں توجہ کی۔ اور اُن غریبوں کا خیال تک نہیں کیا۔ بلکہ مالدار قوموں کے پھانسنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ان معنوں کی رو سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل یورپ و امریکہ کے مسیحی بے فائدہ اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب تک حواری کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش نہ کر لیتے۔ انہیں تبلیغ کرنا ہی اُن کے لئے ناجائز تہا۔ اور یسوع کی اس کے لئے ممانعت تھی۔ پس یورپ اور امریکہ کے لوگ تو ایشیا کے مسیحی بنانے کی فکر میں ہیں۔ اور انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود وہ بھی مسیحی نہیں ہیں۔

دوم مرقس باب ۷ آیت ۲۶ و ۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ ایک عورت جسکی لڑکی پر بھوت سوار تہا یسوع کے پاس آئی اور یہ عورت یونانی تھی۔ اور اُس نے آکر اپنی لڑکی کے چنگا ہونے کی درخواست کی۔ پھر یسوع نے اُسے کہا۔ کہ پہلے فرزندوں کو سیر ہونے دے۔ کیونکہ فرزندوں کی روٹی لیکے کتوں کے آگے ڈالنا لائق نہیں“۔ پس اس جگہ ی

بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذہب کی تلقین تو الگ رہی۔ یسوع تو اُن سے معمولی مہربانی سے پیش آنا تک پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے۔ کہ تم کُتے ہو۔ تمہارے آگے میں اپنے فرزندوں کی روٹی کیونکر ڈالدوں۔ پس ان آیات کو دیکھتے ہوئے بھی کون کہ سکتا ہے۔ کہ یسوع کا منشاء دیگر اقوام میں تبلیغ کرنیکا بھی تھا۔

سوم حزقیل باب ۳۴ آیت ۱۶ میں ہے۔ کہ "میں اُسکو جو کھویا گیا ڈھونڈھونگا۔ اور اُسے جو ہانکا گیا۔ پھر لاؤں گا۔ اور اس کی ہڈی کو جو ٹوٹ گئی ہے۔ باندھونگا اور بیماری کو تقویت دونگا"۔ اس میں ایک پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے بارہ گھرانہ اکٹھے کئے جائینگے۔ اور اُنہیں ایک نبی بھیجا جائیگا۔ کہ جو کمزوروں کو طاقتور اور بہادروں کو ضعیف کر دیگا۔ اور اس کے ہاتھ پر پھر بنی اسرائیل کی جماعت ایک ہو جائیگی۔ چنانچہ بائبل کے حاشیہ پر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا ذکر متی باب ۱۸ آیت ۱۱ میں بھی ہے۔ جسکے دیکھنے سے یہ عبارت نظر آتی ہے کہ "ابن آدم آیا ہے۔ کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھ کے بچاوے"۔ جس سے معلوم ہوا کہ حزقیل نبی نے جو پیشگوئی کی تھی یسوع اُسے اپنی نسبت بتاتا ہے۔ اور لوگوں پر حجت قائم کرتا ہے۔ کہ کیا تمکو معلوم نہیں۔ کہ حزقیل نبی نے ایک پیشگوئی کی تھی۔ کہ ایک نبی آئیگا۔ جو کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھیگا۔ پس جب میں اس کام کے لئے آ گیا ہوں۔ تو پھر میرا انکار کیوں کرتے ہو۔ پس معلوم ہوا کہ خود یسوع بھی اپنا کام بنی اسرائیل کے بارہ گھرانوں کی تلاش بتاتا ہے۔ پس کسطرح ہو سکتا ہے۔ کہ جسکا کام تھا۔ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو ڈھونڈھنے کا وہ لگ جائے۔ یورپ کی بھیڑوں کی تلاش میں۔

کیا وہ افسر عقلمند سمجھا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ تو اُسے سوڈان پر حملہ کرنیکے لئے بھیجے۔ اور وہ جاپان پر حملہ کر دے۔ اور کیا ایسا نوکر اعتبار کے قابل ہو سکتا ہے

کہ جسے کہا تو جائے کہ پینے کے لئے سرد پانی لاؤ۔ اور وہ منہ دھونے کے لئے گرم پانی لے آئے۔ یا وہ دکاندار لین دین کے قابل سمجھا جائیگا۔ کہ جس سے ٹوپی منگوائی جائے۔ اور وہ جوتی بھیجدے۔ پس کسطرح ممکن ہے۔ کہ یسوع تو بھیجا جائے بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں مگر وہ اُس کام کو چھوڑ چھاڑ کر یورپ کیطرف متوجہ ہو۔ مگر چونکہ یہ کام ایک بہت ہی ناقص عقل اور کوتہ اندیش انسان کا ہے۔ اس لئے یسوع کی طرف ہم اس کو منسوب نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دوسرے مقامات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غیر قوموں میں تبلیغ کو بُرا جانتا تھا۔ پس ہم یہی کہینگے۔ کہ یسوع کے صلیب دیئے جانیکے بعد کس وقت یہ بدعت نکلی۔ کہ غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ شروع ہوئی جو کہ بائبل کی تعلیم کے بالکل برخلاف تھی۔ کیونکہ اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے ہی تھا۔ ورنہ باقی دنیا سے اس کا کچھ کام نہ تھا۔

چہارم۔ متی باب ۵ آیت ۱۷ سے ۲۰ تک میں ہے۔ کہ "یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنیکو نہیں۔ بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جب کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹالدیوے۔ اور ویساہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ پر جو کہ عمل کرے اور سکھاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں سب سے بڑا کہلائیگا"۔ اس آیت میں یسوع نے بین طور سے اپنا کام بتا دیا ہے۔ کہ میں توریت سے ایک نقطہ اور ایک شوشہ تک مٹا نہیں سکتا۔ اور نہ مٹانا چاہتا ہوں۔ اور کوئی حکم جو توریت میں ہو۔ اس کو منسوخ کرنا میرے اختیار سے بالا ہے۔ یا میں ایسا کرنا ہی

نہیں چاہتا۔ اور یہ کہ نہ صرف توریت بلکہ علاوہ توریت کے مجموعۂ بائبل میں جتنے نبیوں کی کتب ہیں۔ اُنہیں سے کسی کتاب کے کسی حکم کا بھی انکار کرنے یا اُسے منسوخ کرنے کے لئے میں مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ میرا تو یہ کام ہے۔ کہ میں اُن احکام کو پورا کروں۔ اور جن باتوں پر لوگوں نے عمل چھوڑ دیئے ہیں۔ اُن پر اُن سے عمل کرواؤں اور جو غلطیاں اُنہیں پھیل گئی ہیں۔ اُن کو دور کروں۔ اور پھر موسیٰ کے زمانہ کی طرح یہودیوں کو توریت کا پکا مطیع اور فرمانبردار بناؤں۔ اور اگر کوئی ایک حکم بھی مجھ سے چھڑوانا چاہے۔ تو میں اُسے نہیں چھوڑونگا۔ اور جیسے توریت اور دوسرے انبیا کی کتب میں مذکور ہے۔ اُسی پر عمل کروں گا۔ اور اپنے پیروں سے عمل کرواؤنگا۔ بلکہ وہ کہتا ہو کہ توریت کے احکام سے تو ایک شوشہ کا ٹل جانا بھی اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ کہ آسمان و زمین ٹل جائیں۔ اور دنیا غارت ہو جائے پس ممکن ہے۔ کہ ایک دم میں تمام زمین و آسمان برباد ہو جائیں۔ مگر توریت کے کسی حکم کا ٹلنا یا منسوخ ہونا محال اور بالکل محال ہے۔ پس اس آیت سے بہت سے مسئلوں کا از خود ہی حل ہو جاتا ہے۔ مگر اسوقت تو ہمکو صرف اس معاملہ سے تعلق ہے۔ کہ آیا مسیحیوں کو غیر قوموں میں تبلیغ کرنیکی اجازت بھی ہے یا نہیں۔ سو جبکہ خود مسیح کہتا ہے۔ کہ میں توریت یا دوسرے نبیوں کے مقولوں میں سے کسی کو بھی رد کرنے نہیں آیا۔ تو صاف بات ہے۔ کہ ہم یہودیوں میں دیکھ لیں۔ کہ وہ کیا اس کے متعلق رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ توریت و دیگر صحفِ انبیاء نے یہودیوں کو اپنے مذہب کی تلقین تو الگ غیر قوموں سے میل ملاپ کرنے تک کو منع کیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ یہودی غیر اقوام کو بہت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اور نجات کو اپنے ہی اندر مخصوص رکھتے ہیں۔ اور اپنے سوا دوسری قوموں کو نفرت سے غیر مختون کہتے ہیں۔ اور اگر اُن میں یہ تعلیم نہ ہوتی۔ تو شاید مسیحی

تعلیم بڑہنے بھی نہ پاتی۔ اور وہیں کی وہیں رہ جاتی۔ مگر چونکہ یہودی تو لوگوں کو اپنے اندر شامل نہ کرتے تھے۔ مگر مسیحی کر لیتے تھے۔ اس لئے ان کی طاقت روز بروز بڑہنے لگی۔ غرض کہ یہودیوں میں غیر قوموں کو اپنے اندر شامل کرنا ایک سخت گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس حکم کے برخلاف کرنا ایک بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ جو ایسا کرے خود اس کے ساتھ تعلق کرنا بھی ایک گناہ جانتے تھے۔ تو اس صورت میں مسیح کے اپنے قول کے مطابق ہی۔ کہ میں توریت کے احکام کا ایک شوشہ مٹانے یا منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اسے پورا کرنے آیا ہوں۔ چاہئے تھا۔ کہ حواری یا جن لوگوں نے غیر مختون قوم کو اپنے اندر شامل کیا۔ وہ اس کام سے رکتے اور بچتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور اُن کے اس فعل سے انجیل کی عام منادی کا جواز نہیں نکلتا۔ بلکہ نافرمانی اور محسن کشی سمجھی جاتی ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ یسوع جس کام کے لئے آیا تہا۔ اور جس کا وہ بار بار اعلان کرتا ہے۔ اُسکو ترک کر کے اپنے مرنے کے بعد کام شروع کر دیئے گئے ہیں۔ توریت اور صحفِ انبیاء سے غیر قوموں کی منادی منع تھی مسیح اُن کی سچائی کو قبول کرتا ہے۔ پھر بتاؤ کہ کس حکم سے غیر قوموں سے تعلقات پیدا کرنے۔ اور اُن میں تبلیغ کرنیکا فتوی ملا۔ دوسرے یہ کہ نہ صرف توریت کی نسبت ہی۔ بلکہ مسیح تو فقیہوں کے اقوال کی نسبت بھی کہتا ہے۔ کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ وہ کرو پر جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ وہ نہ کرو۔ چنانچہ فقیہی اور فریسی تو اس کام کو بہت برا کہتے تھے۔ سو اُن کے اقوال کے مطابق بھی حواریوں کو ایسا کرنا ناجائز تھا۔ کیونکہ خود یسوع نے کہا ہے۔ کہ فقیہیوں اور فریسیوں کے اقوال پر عمل کرو۔

اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہودیوں میں غیر قوموں میں تبلیغ کرنا منع تھا مجھے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ خود پطرس رسول کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اعمال باب ۱۰ آیت ۲۸ میں اس رسول کی بابت لکھا ہے۔ کہ اُس،

۔نے ایک سردار کو جو یہودی نہ تھا۔ کہا کہ "تم جانتے ہو۔ کہ یہودی کو بیگانے سے صحبت رکھنی یا اُس کے ہاں جانا روا نہیں" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حواری بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ یہودی کو دوسرے سے صحبت رکھنی روا نہیں۔ اور اپنا مذہب اُسے تلقین کرنا ناجائز ہے۔ پس بہ موجب اُس قاعدہ کلیہ کہ جو یسوع نے مقرر فرمایا تھا۔ کہ میں ایک شوشہ تک توریت سے نہ مٹاؤنگا۔ مسیحیت کی تلقین غیر قوموں میں کرنی ناجائز تھی۔ اور ہے۔

پھر اعمال باب ۱۱ آیت ا سے ۳ تک لکھا ہے۔ کہ "اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے۔ سنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کیا۔ اور جب پطرس یروسلم میں آیا۔ تو مختون اُس سے یہ کہکر بحث کرنے لگے۔ کہ تو نامختونوں کے پاس گیا۔ اور اُن کے ساتھ کھایا" اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع کے صلیب پانے کے بعد تک حواریوں کا یہی خیال تہا۔ کہ نامختونوں اور غیر قوموں میں تبلیغ ناجائز ہے۔ جس سے یہودیوں کا مذہب خوب معلوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یسوع نے صلیبی واقعہ تک اپنے پہلے حکم کو غیر قوموں میں تبلیغ نہ کرنا موقوف نہیں کیا تھا۔

اس سے بھی زیادہ کھلی یہ بات ہے۔ کہ اعمال باب ۱۱ / ۱۹ میں چند رسولوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ "وہ پھرتے پھرتے فنیکے وکپرس اور انطاکیا میں پہنچے۔ مگر یہودیوں کے سوا کسی کو کلام نہ سناتے تھے" جس سے خوب اچھی طرح سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہودیوں میں غیر قوموں کو ہدایت کرنا سخت ممنوع تھا۔ پس خود حواریوں کے اقوال اور افعال سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہودیوں میں غیر قوموں میں تبلیغ کرنا منع تھا۔ اور چونکہ خود یسوع نے کہا ہے۔ کہ میں توریت اور دوسرے انبیاء کے احکام کا ایک شوشہ تک نہیں مٹاؤں گا۔ بلکہ وہ ابد تک قائم رہینگے۔ تو پھر کسی حواری کا یا

۸۰۸۔ منشی غلام محمد صاحب عا ۱۳۵۔ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب عا ۶۷۷۔ سردار خاں صاحب عا

۸۸۲۔ منشی محمد یعقوب صاحب عا ۶۱۵۔ سی۔ سی۔ حسین کاکا صاحب عا ۴۳۔ مولوی بدر الدین صاحب عا

۳۸۲۔ منشی غلام محمد اختر صاحب عا ۶۱۴۔ عبدالقادر ورکئی صاحب عا ۵۰۳۔ منشی عنایت علی خانصاحب عا

۷۸۹۔ منشی غلام محمد صاحب عا ۲۳۵۔ میاں احمد علی صاحب عا ۲۳۰۔ سید روشن علی صاحب عا

۷۹۶۔ میاں رحمت خانصاحب عا ۲۰۳۔ منشی قدرت اللہ صاحب عا ۶۳۲۔ حکیم احمد علی صاحب عا

۸۰۴۔ میاں روشن الدین صاحب عا ۴۱۹۔ میاں نظام الدین صاحب عا ۲۱۴۔ میاں محمد یوسف محمد یٰسین صاحب عا

۷۹۷۔ منشی فضل قادر صاحب عا ۷۲۰۔ میاں محمد اسمٰعیل حلوائی عا ۲۴۔ مرزا محمد جمیل صاحب عا

۵۹۵۔ میاں عبدالعزیز صاحب عصہ ۱۵۔ منشی حبیب الرحمن صاحب للعہ ۴۶۔ چراغ الدین صاحب عا

۸۸۷۔ حیات علی سکندر خانصاحب عا ۶۹۷۔ سید ولاو حسین صاحب عا ۳۷۲۔ میاں عمر الدین صاحب عا

۷۰۳۔ منشی کریم بخش صاحب عا ۳۵۰۔ گلاب الدین صاحب عا ۶۶۱۔ میاں خیر الدین صاحب عا

۷۷۵۔ منشی ظہور الحسین صاحب عا ۶۰۸۔ باغ الدین صاحب عا ۴۸۰۔ فیروز علی شاہ صاحب عا

۷۹۳۔ میاں نور محمد صاحب عا ۳۸۲۔ منشی کرم بخش صاحب عصہ ۶۱۴۔ خلیفہ محمد صادق صاحب عا

۶۰۱ میاں نبی بخش صاحب عا ۵۰۷۔ سید امیر علی شاہ صاحب عا ۱۸۱۔ شیخ نور احمد صاحب عا

۵۰۔ سید سعید الدین صاحب عا ۵۲۴۔ مولوی عبدالحمید صاحب عا ۶۷۹۔ چوہدری ننھے خاں صاحب عا

۴۵۵۔ بابو اکبر علی صاحب عا ۳۸۵۔ منشی عبدالعظیم صاحب عا ۱۶۶۔ ملک پھول محمد صاحب عا

۸۸۶۔ سید محمد شاہ صاحب عا ۶۷۲۔ زین الدین صاحب عا ۴۷۲۔ چوہدری اللہ رکھا صاحب عا

۶۹۹۔ میاں احمد الدین صاحب عا ۶۷۰۔ میاں عبدالحق صاحب عا ۱۰۵۔ خلیفہ تقی الدین صاحب عا

۷۴۸۔ سید بہادر علی شاہ صاحب عا ۳۵۴۔ سید عظیم الدین صاحب عا ۶۰۴۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب عا

۵۶۱۔ مستری علم الدین صاحب عا ۷۳۸۔ بابو محمد فاضل صاحب عا ۴۳۴۔ مولوی محمد یٰسین صاحب عصہ

۳۲۵۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب عا ۳۹۴۔ پیر اندتا صاحب عا ۵۶۳۔ منشی اکبر علی صاحب عا

۱۶۸۔ بابو محمد عمر صاحب عا ۷۱۱۔ مرزا خدا بخش صاحب عا ۴۹۱۔ ملک غلام محمد صاحب عا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

اصلی عرق کافور

پچیس سال سے تمام ہندوستان میں بکتی ہے

ڈاکٹر بید اور حکیموں کی یہ رائے ہے کہ ہیضہ کی یہ اکسیر دوا ہے ہیضہ کے شروع ہوتے ہی عرق کافور پلانے سے یہ اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ دست وقے تھوڑے ہی دیر میں بند ہو جاتی ہے۔ شکم کی اینٹھن ہٹ جاتی ہے ہاتھ پیروں میں گرمی آتی ہے۔ اور مریض کو نیند آجاتی ہے۔ کلوروڈائن وغیرہ کی قسم ہیضہ کی دوسری دوائیوں کے مانند جن میں افیون ملی ہوتی رہتی ہے۔ اس عرق کافور کا اخیر نتیجہ خراب نہیں ہوتا ہیضہ کو بند کرنیوالی دوا سوائے عرق کافور کے دوسری نہیں ہے کسی مقام میں ہیضہ پھیلا ہو تو روز آنہ اسکے دو تین قطرہ نکال استعمال کیجیئے پھر اس بیماری کے ہونیکا اندیشہ نہیں رہیگا کیونکہ یہ ہیضہ کے زہر کو بیکام کر دیتا ہے وقت پہ ہیضہ سے بچنے کے لئے خاص دوا عرق کافور ہی ہے۔ اگر یہ عرق ہیضہ شروع ہوتے ہی دیا جاوے تو سو میں نوے آدمیوں کی جان بچ جاتی ہے۔ ہیضہ میں یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ پردیس میں رات کے پچھلے پہر و نہیں ہوا کرتا ہے جس وقت اس کیلئے دوا کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اور خصوصاً مسافران کو یہ لازم ہے کہ وہ عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست، پیٹ کے درد۔ اور بدہضمی میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہے

نقلی عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کا اصل عرق کافور گول شیشی میں بھر کر جو پیلے کاغذ کے بکس میں بند رہتا ہے۔ اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک [illegible] (۵ر)

المشتہر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام منشی مظفر الدین اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا